ماہنامہ

اخبار احمدیہ

جرمنی

جون 2024ء جلد نمبر 25 شمارہ نمبر 06

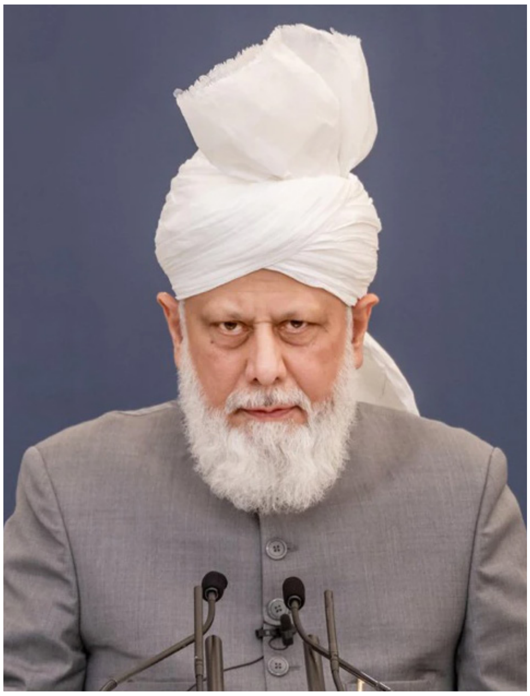

عالَمِ اسلام کے لئے
دعاؤں کی تحریک

سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ فرمودہ 31 مئی 2024ء میں دعا کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا:

مَیں دعا کی طرف توجہ دلاتا رہتا ہوں۔ فلسطینیوں کے لیے دعا کریں اب تو انتہا ہو گئی ہے۔ رَفح کے بارے میں پہلے امریکہ کہتا تھا کہ یہ ہماری ریڈ لائن ہو گی۔ اب کہتے ہیں نہیں! ابھی نہیں ختم ہوئی۔ پتا نہیں ان کا ریڈ لائن کا معیار کیا ہے؟ کتنے لاکھ آدمیوں کو انہوں نے مارنا ہے پھر ہِل جُل پیدا ہو گی۔ اللہ تعالیٰ ان ظالموں سے دنیا کو نجات دے اور مظلوم فلسطینیوں کو بھی نجات دے، آمین۔

اسی طرح سوڈان کے لوگوں کے لیے بھی دعا کریں۔ وہاں تو خود اپنی ہی قوم کے لوگ، مسلمان مسلمانوں کو مار رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی عقل دے۔ اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے بچنے والے ہوں۔ اُس کے احکامات پر عمل کرنے والے ہوں۔

یمن کے اسیران کے لیے دعا کریں۔

پاکستان کے لیے بھی دعا کریں۔ وہاں بھی حالات اوپر نیچے ہوتے رہتے ہیں۔ عید قریب آ رہی ہے ان دنوں میں مولوی مزید سرگرم ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو ہر شر سے محفوظ رکھے۔ اسیران کی رہائی کے بھی جلد سامان پیدا فرمائے، آمین۔

(بشکریہ روزنامہ الفضل انٹرنیشنل لندن 3 جون 2024ء، آن لائن)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

قربانی وہی ہے جسے خدا تعالیٰ قبول کرے

بہت پرانا واقعہ ہے کہ دو آدمیوں نے کسی مقصد کے لئے قربانی پیش کی۔ ان میں سے ایک کی قبول ہوگئی اور دوسرے کی رَدّ کر دی گئی۔ جس کی رَدّ ہوئی اسے شدید غصہ آیا، اس قدر کہ اپنے بھائی سے کہنے لگا کہ مَیں تجھے مار ڈالوں گا۔ دوسرے شخص نے اپنی مقبول قربانی کے ذکر کئے بغیر کہا اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنَ الۡمُتَّقِیۡنَ۔ یہ کہنے کے بعد اسے جامِ شہادت تو نوش کرنا پڑا مگر اس کا یہ جملہ ساری انسانیت کے لئے ایک مشعلِ راہ بن گیا جسے اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں بھی ہمیشہ کے لئے محفوظ فرما دیا، اس طرح سے تمام نوعِ انسانی کے لئے یہ رہنما اصول وضع کر دیا گیا کہ قربانیاں اور خدمات اگر تقویٰ کے رنگ میں رنگین ہو کر پیش کی جائیں گی تبھی قبول ہوں گی۔

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں ہمیں یہ مضمون بہت سے مقامات پر سمجھایا ہے، سورہ لیل میں اس طرح واضح فرمایا کہ "فَاَمَّا مَنۡ اَعۡطٰی وَ اتَّقٰی'' یعنی پس جس نے (خدا کی راہ میں) دیا اور تقویٰ اختیار کیا۔ گویا قربانی جان کی ہو یا مال کی جب تک تقویٰ کے ساتھ نہ ہو، مقبول نہیں ہوتی۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ کیسے معلوم ہوگا کہ کوئی تقویٰ کے ساتھ قربانی پیش کر رہا ہے یا اس کے بغیر تو اس کا علم اس کے نتائج سے ہوگا۔ اگر کسی کی کوئی خدمت یا قربانی مثبت رنگ میں نتیجہ خیز ہو رہی ہو تو سمجھ لیں کہ اس نے تقویٰ کے راہوں پر قدم مارتے ہوئے اس خدمت کی توفیق پائی ہے۔ ایسی قربانیاں اور خدمات غیر معمولی عزت و توقیر کا باعث بنتی ہیں، ان کے بدلہ میں غیب سے لامتناہی انعامات کا سلسلہ جاری ہو جاتا ہے۔ اس ضمن میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''جس کسی کو دین کی خدمت کرنے کا کوئی موقع ملے، اس کو اس پر گھمنڈ نہیں کرنا چاہئے کیونکہ اس کی خدمت کے متعلق تو ابھی یہ سوال دَرپیش ہوتا ہے کہ خدا کے حضور وہ قبول ہوئی بھی ہے یا نہیں۔ وہ لوگ جنہوں نے دین کی کوئی خدمت کر کے یہ خیال کیا کہ ہم بھی کچھ کر رہے ہیں اور کچھ کر سکتے ہیں، وہ تباہی کے گڑھے کے کنارے نہیں بلکہ گڑھے میں گر گئے اور ہمیشہ کی تباہی میں مبتلا ہو گئے''۔ (خطبات محمود جلد صفحہ 58)

''محض قربانیاں کرنا کوئی فخر اور عزت کی بات نہیں، ہاں خدا تعالیٰ کا کسی قربانی کو قبول کر لینا فخر اور عزت ہے۔ اگر ایک شخص بہت بڑی قربانیاں کرتا ہے مگر خدا تعالیٰ کے ہاں قبول نہیں ہوتیں تو اس کے لئے کوئی فخر نہیں۔ لیکن اگر کوئی شخص ایک پیسہ کی قربانی کرتا ہے اور خدا تعالیٰ کے ہاں قبول ہو جاتی ہے تو یہی اس کے فخر کا باعث ہے''۔

(خطبات محمود جلد صفحہ 58)

''پس صرف قربانی پر فخر کرنا ایک مرض ہے، ایک زہریلا کیڑا ہے، ایک قسم کا دِقّ ہے جس سے بہت ممکن ہے کہ انسان ہلاک ہو جائے اور جب تک کوئی یہ نہ سمجھے کہ میں نے جو کچھ کیا ہے وہ محض خدا کے فضل سے کیا ہے اور وہ قربانی نہیں بلکہ خدا کا فضل ہی ہے، اس وقت تک اس کو عزت نہیں مل سکتی بلکہ تباہ و برباد ہو جاتا ہے''۔ (خطبات محمود جلد صفحہ 59)

خدا کرے کہ ہم سب اس عید قربان کے موقع پر یہ مضمون سامنے رکھتے ہوئے اپنی زندگیوں کے لئے راہیں متعین کرنے والے ہوں، آمین۔

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

ماہنامہ اخبار احمدیہ جرمنی

ذوالقعدہ/ذوالحجہ 1445 ہجری قمری | جون 2024ء | جلد نمبر 25 | شمارہ نمبر 06 | احسان 1403 ہجری شمسی

فہرست مضامین

04	قال اللہ جل جلالہ، قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم، قال المسیح الموعود علیہ السلام
05	تبرّکات: اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ
06	منظوم کلام: تیرے بن دیکھا نہیں کوئی بھی یارِ غمگسار
07	خطبہ جمعہ: کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں؟
14	تعارف کتب: سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب
15	اُسے دے چکے مال و جاں بار بار
18	مالی قربانی کی راہیں
21	حرمت والے مہینے اور حج
23	نُورِ ہدایت
26	سیرت حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ
29	تاریخ احمدیت جرمنی 1956ء
32	محترمہ پروفیسر ڈاکٹر امۃ الکریم طلعت صاحبہ
35	احمدیت ہی حقیقی اسلام ہے
38	آدھی صدی کا سفر
40	مکرم کنور ادریس صاحب مرحوم کا ذکرِ خیر
42	جماعتی سرگرمیاں: 42 ویں مجلس شوریٰ جماعت احمدیہ جرمنی
44	دلچسپ سائنسی خبریں: محوِ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی
45	حالاتِ حاضرہ: ملکی و عالمی خبریں
46	تاریخ جرمنی
47	تنظیمی سرگرمیاں: ہم احمدی انصار ہیں
48	اعلانات وفات: بلانے والا ہے سب سے پیارا

اخبار احمدیہ جرمنی کے تازہ و گزشتہ شمارے اخبار احمدیہ جرمنی کی ویب سائٹ
www.akhbareahmadiyya.de
پر بھی پڑھے جاسکتے ہیں

مجلس ادارت

سرپرست
محترم عبداللہ واگس ہاؤزر صاحب
امیر جماعت احمدیہ جرمنی

مدیر اعلیٰ
محمد الیاس منیر

مدیران
اویس احمد نوید، مدبّر احمد خان

معاونین
سلطان احمد قمر، سیّد سعادت احمد

پروف ریڈنگ
عبدالرحمٰن مبشر، سیّد افتخار احمد

ڈیزائننگ و کمپوزنگ
آفاق احمد زاہد، طارق محمود

سرِ ورق
احسان اللہ ظفر

کیلیگرافی
سعید اللہ خان

مینیجر
سیّد افتخار احمد

اعزازی اراکین
محمد انیس دیالگڑھی، منور علی شاہد، صادق محمد طاہر

پتہ
شعبہ اشاعت جماعت احمدیہ جرمنی
Genfer Str.11,
60437 Frankfurt am Main, Germany
Email: akhbareahmadiyya@ahmadiyya.de
Tel & Fax: +49-69 50688722
PRINTER: RANA PRINT
HERKULESSTRASSE 45 50823 KÖLN

15

04

26

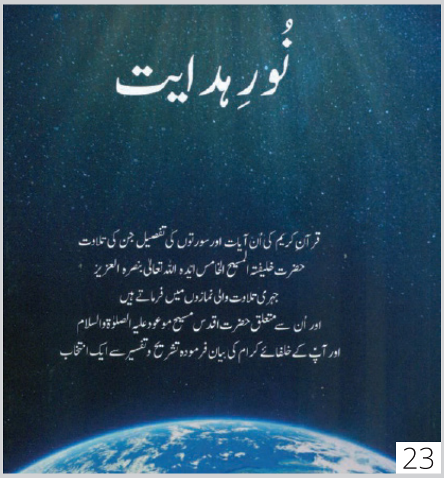

23

07

18

42

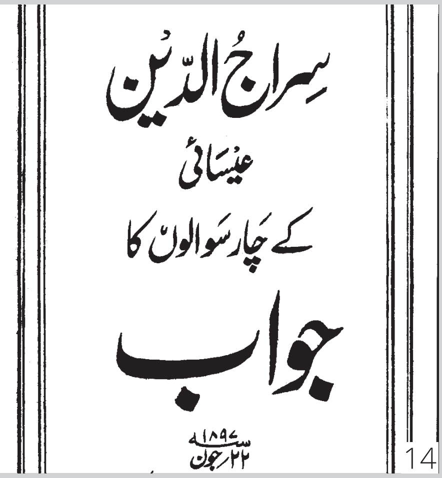

14

32

29

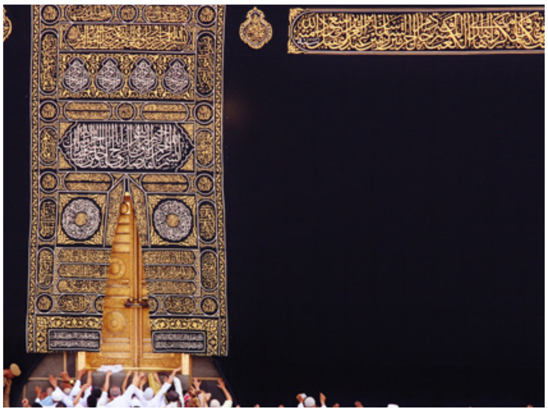

قال اللہ جل جلالہ

وَمَنۡ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجۡعَلۡ لَّہٗ مَخۡرَجًا ۙ وَّیَرۡزُقۡہُ مِنۡ حَیۡثُ لَا یَحۡتَسِبُ ؕ وَمَنۡ یَّتَوَکَّلۡ عَلَی اللّٰہِ فَہُوَ حَسۡبُہٗ ؕ اِنَّ اللّٰہَ بَالِغُ اَمۡرِہٖ ؕ قَدۡ جَعَلَ اللّٰہُ لِکُلِّ شَیۡءٍ قَدۡرًا

(الطلاق:3۔4)

اور جو اللہ سے ڈرے اُس کے لئے وہ نجات کی کوئی راہ بنا دیتا ہے۔ اور وہ اُسے وہاں سے رزق عطا کرتا ہے جہاں سے وہ گمان بھی نہیں کرسکتا۔ اور جو اللہ پر توکل کرے تو وہ اُس کے لئے کافی ہے۔ یقیناً اللہ اپنے فیصلہ کو مکمل کر کے رہتا ہے۔ اللہ نے ہر چیز کا ایک منصوبہ بنا رکھا ہے۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم

لَوْ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَوَكَّلُونَ عَلَى اللّٰهِ حَقَّ تَوَكُّلِهِ لَرُزِقْتُمْ كَمَا تُرْزَقُ الطَّيْرُ تَغْدُو خِمَاصًا وَتَرُوحُ بِطَانًا۔

(سنن ترمذی کتاب الزہد باب فی التوکل علی اللہ)

اگر تم لوگ اللہ پر توکل (بھروسہ) کرو جیسا کہ اس پر توکل (بھروسہ) کرنے کا حق ہے تو تمہیں اسی طرح رزق ملے گا جیسا کہ پرندوں کو ملتا ہے کہ صبح کو وہ بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو آسودہ واپس آتے ہیں۔

قال المسیح الموعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

’’متقی کے لئے خدا تعالیٰ ساری راحتوں کے سامان مہیا کر دیتا ہے۔ وَمَنۡ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجۡعَلۡ لَّہٗ مَخۡرَجًا ۙ وَّیَرۡزُقۡہُ مِنۡ حَیۡثُ لَا یَحۡتَسِبُ۔ پس خوشحالی کا اصول تقویٰ ہے۔ لیکن حصولِ تقویٰ کے لئے نہیں چاہئے کہ ہم شرطیں باندھتے پھریں۔ تقویٰ اختیار کرنے سے جو مانگو گے، ملے گا۔ خدا تعالیٰ رحیم و کریم ہے۔ تقویٰ اختیار کرو، جو چاہو گے وہ دے گا۔ جس قدر اولیاء اللہ اور اقطاب گزرے ہیں انہوں نے جو کچھ حاصل کیا تقویٰ ہی سے حاصل کیا‘‘۔ (الحکم 21 فروری 1903ء صفحہ 8)

اَلَیۡسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبۡدَہٗ

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں

’’انسان کو چاہئے کہ تقویٰ کو ہاتھ سے نہ دیوے اور خدا پر بھروسہ رکھے تو پھر اسے کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوسکتی۔ خدا پر بھروسہ کے یہ معنے نہیں ہیں کہ انسان تدبیر کو ہاتھ سے چھوڑ دے بلکہ یہ معنے ہیں کہ تدبیر پوری کر کے پھر انجام کو خدا پر چھوڑ دے اس کا نام توکل ہے اگر وہ تدبیر نہیں کرتا اور صرف توکل کرتا ہے تو اس کا توکل پھوکا (جس کے اندر کچھ نہ ہو) ہوگا۔ اور اگر نری تدبیر کر کے اس پر بھروسہ کرتا ہے اور خدا پر توکل نہیں ہے تو وہ تدبیر بھی پھوکی (جس کے اندر کچھ نہ ہو) ہوگی‘‘۔

(البدر یکم مارچ 1904ء صفحہ 2)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

’’ایمان باللہ جب کامل ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہو۔ اس لئے یہ تعلیم دی وَنَتَوَکَّلُ عَلَیۡہِ اور ہم اللہ تعالیٰ پر بھروسہ اور توکل کرتے ہیں۔ توکل سے یہ مطلب ہے کہ ہم میں یہ بات پیدا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں جس مطلب اور غرض کے لئے بنائی ہیں وہ اپنے نتائج اور ثمرات اپنے ساتھ ضرور رکھتی ہیں۔ اس لئے اس پر ایمان ہونا چاہئے کہ لابد ایمان کے ثمرات اور نتائج ضرور حاصل ہوں گے اور کفر اپنے بدنتائج دیئے بغیر نہ رہے گا۔ انسان بڑی غلطی اور دھوکا کھا جاتا ہے جب وہ اس اصل کو بھول جاتا ہے۔ اعمال اور اس کے نتائج کو ہرگز ہرگز بھولنا نہیں چاہئے۔ سعی اور کوشش کو ترک نہیں کرنا چاہئے‘‘۔

(خطبات نور صفحہ 286)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

’’خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرو اور آگے بڑھتے چلے جاؤ۔ تم اپنے نفسوں پر توکل نہ کرو۔ تمہارا توکل محض خدا پر ہونا چاہیے کیونکہ انسان بے وفا ہوتا ہے۔ انسان ڈرپوک ہوتا ہے اور وہ بسا اوقات ڈر کے مارے سچائی کو چھوڑ دیتا ہے۔ پس تم خدا تعالیٰ کے سامنے جاؤ، اُسے طاقت بھی حاصل ہے اور وہ بے وفا بھی نہیں۔ وہ جب دیکھتا ہے کہ اُس کے بندوں کی بلاوجہ مخالفت ہو رہی ہے تو اُس کی غیرت بھڑک اُٹھتی ہے۔ اور جب مخالف کہتا ہے کہ ہم نے اپنے حریف کو مار دیا تو وہ مرے ہوئے انسان میں نئی طاقت اور نئی زندگی پیدا کر دیتا ہے اور وہ آدم کی طرح تمام دنیا پر چھا جاتا ہے‘‘۔

(خطبات محمود جلد 33 صفحہ 223)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

’’سوائے اللہ تعالیٰ کے نہ عقلاً، نہ فطرتاً، نہ شرعاً اور نہ مشاہدہ کے لحاظ سے کسی اَور پر توکّل ہوسکتا ہے۔ ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک ایک یہی صداقت ثابت ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا۔ توکّل اُسی پر کیا جا سکتا ہے کیونکہ وہی حقیقی سہارا ہے۔ پس وَعَلَی اللّٰہِ فَلۡیَتَوَکَّلِ الۡمُتَوَکِّلُوۡنَ کی رو سے جس آدمی نے توکّل کرنا ہو خواہ وہ ایک فرد ہو یا قوم، جس کو بھی یہ احساس ہو کہ مَیں اپنے پاؤں پر کھڑا نہیں ہو سکتا۔ مجھے کسی سہارے کی ضرورت ہے۔ تو اس کی عقل بھی اُسے یہی مشورہ دے گی، اُس کی فطرت کا بھی یہی تقاضا ہوگا اور بنی نوع انسان کی تاریخ کا بھی یہی نتیجہ نکلے گا کہ ایک ہی ہستی ہے جس پر توکّل کیا جا سکتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہے‘‘۔ (خطبات ناصر جلد 4 صفحہ 2)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

’’توکّل کا مضمون تو زندگی کے ہر پہلو پر حاوی ہے۔ توکّل کرنے والے اور نہ توکّل کرنے والوں میں بہت نمایاں فرق ہوتا ہے۔ جو سچا توکّل کر کے چلتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو ہزار نقصانات سے بچاتا ہے، ہزار آفات سے بچاتا ہے۔ مگر فال کے طور پر نہ کریں۔ غور کریں، فکر کریں اور نظام قدرت کو پڑھیں اور اس کے مطابق کوئی فیصلہ کریں‘‘۔ (الفضل انٹرنیشنل 29/ اکتوبر 1999ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں

’’روزمرہ کے معاملات میں بھی توکّل کی کمی بہت سی برائیوں میں اضافہ کا باعث بنتی ہے۔ مثلاً غلط بیانی ہے، جھوٹ ہے جو انسان بعض دفعہ اپنے آپ کو کسی سزا سے بچانے کے لئے بول لیتا ہے۔ یا افسر کی ناراضگی سے بچنے کے لئے غلط بیانی سے یا جھوٹ سے کام لیتا ہے اور اس بات پر بڑے خوش ہوتے ہیں کہ دیکھو مَیں نے عدالت کو یا افسر کو ایسا چکر دیا اور اپنے حق میں فیصلہ کروالیا۔ اور اس کے علاوہ پھر افسروں کی خوشامد ہے۔ یہ اس قدر گر کر ناجائز حد تک جی حضوری کی عادت پیدا ہو جاتی ہے کہ دوسروں کو دیکھ کر بھی اس سے کراہت آ رہی ہوتی ہے کہ اس نے اپنے افسر کو خدا بنا لیا ہے۔ اپنا رازق ایسے لوگ اپنے افسروں کو ہی سمجھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر ذرا سا بھی توکّل نہیں ہوتا۔ اس پر یقین ہی نہیں ہوتا اور پھر آہستہ آہستہ ایسے لوگ بندے کو بھی خدا کا درجہ دے دیتے ہیں۔ (خطبہ جمعہ 15/ اگست 2003ء)

تیرے بن دیکھا نہیں کوئی بھی یارِ غمگسار

اَے خدا اَے کارساز و عیب پوش و کردگار
اَے مرے پیارے مرے محسن مرے پروردگار

کام جو کرتے ہیں تیری رہ میں پاتے ہیں جزا
مُجھ سے کیا دیکھا کہ یہ لطف و کرم ہے بار بار

یہ سراسر فضل و اِحساں ہے کہ مَیں آیا پسند
ورنہ درگہ میں تری کچھ کم نہ تھے خدمت گزار

اَے مرے یارِ یگانہ اَے مری جاں کی پنہ
بس ہے تو میرے لئے مجھ کو نہیں تُجھ بن بکار

اِبتدا سے تیرے ہی سایہ میں میرے دن کٹے
گود میں تیری رہا مَیں مثلِ طفلِ شیر خوار

نسلِ انساں میں نہیں دیکھی وفا جو تجھ میں ہے
تیرے بن دیکھا نہیں کوئی بھی یارِ غمگسار

لوگ کہتے ہیں کہ نالائق نہیں ہوتا قبول
مَیں تو نالائق بھی ہو کر پا گیا درگہ میں بار

میرے جیسے کو جہاں میں تو نے روشن کر دیا
کون جانے اے مرے مالک ترے بھیدوں کی سار

تیرے اے میرے مُربی کیا عجائب کام ہیں
گرچہ بھاگیں جبر سے دیتا ہے قسمت کے ثمار

(انتخاب از درِ ثمین، ''مُناجات اور تبلیغِ حق'')

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی زبان مبارک سے

کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں؟

سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبہ جمعہ فرمودہ 23/ جنوری 2009ء کا متن

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد مندرجہ ذیل آیات کی تلاوت فرمائی:

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ۞ وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۞ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِيْنَ ۞ لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ عَمِلُوْا وَيَجْزِيَهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۞ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ؕ وَيُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۞ وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِعَزِيْزٍ ذِي انْتِقَامٍ ۞ (الزمر: 33-38)

یہ آیات جو مَیں نے تلاوت کی ہیں یہ سورۃ الزمر کی 33 سے 38 نمبر کی آیات ہیں۔ ترجمہ ان کا پڑھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ پس اس سے زیادہ ظالم کون ہو سکتا ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے اور سچائی کو جھٹلا دے جب وہ اس کے پاس آئے، کیا جہنم میں کافروں کے لئے ٹھکانہ نہیں ہے اور وہ شخص جو سچائی لے کر آئے اور وہ جو سچائی کی تصدیق کرے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو متقی ہیں۔ ان کے لئے ان کے ربّ کے حضور وہ کچھ ہو گا۔ جو وہ چاہیں گے۔ یہ ہو گی حسن عمل کرنے والوں کی جزا تا کہ جو بدترین اعمال انہوں نے کئے ان کے اثرات اللہ ان سے دور کر دے اور جو بہترین اعمال وہ کیا کرتے تھے ان کے مطابق انہیں اُن کا اجر عطا کرے۔ کیا اللہ اپنے بندے کے لئے کافی نہیں اور وہ تجھے ڈراتے ہیں، ان سے جو اُس کے سوا ہیں اور جسے اللہ گمراہ قرار دے دے تو اس کے لئے کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور جسے اللہ ہدایت دے دے تو اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں۔ کیا اللہ کامل غلبے والا اور انتقام لینے والا نہیں ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اس طرح بات شروع فرمائی کہ دو قسم کے لوگ ظالم ہوتے ہیں اور اپنی جان پر ظلم کرتے ہیں، اپنی ہلاکت کے سامان کرتے ہیں۔ ایک قسم ان لوگوں کی ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے کا غلط طریق پر دعویٰ کرتے ہیں۔ اور دوسرے وہ لوگ ہیں جو سچائی کو جھٹلاتے ہیں۔ ایک وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹی بات منسوب کرتے

ہیں اور دوسرے وہ لوگ جو سچے انبیاء کو، اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والوں کو جھٹلاتے ہیں جب وہ ان کے پاس آتے ہیں۔یعنی اللہ تعالیٰ اپنا پیغام دے کر انبیاء کو بھیجتا ہے۔ جب نبی مبعوث ہوتے ہیں تو ایک گروہ ایسا ہے جو ان کو جھٹلاتا ہے اور انہیں یہ کہتا ہے کہ تم جھوٹے ہو اور خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہو۔

اس مضمون کو قرآنِ کریم نے اور جگہ بھی بیان فرمایا ہے۔سورۃ العنکبوت کی آیت 69 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَ مَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنِ افۡتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا اَوۡ کَذَّبَ بِالۡحَقِّ لَمَّا جَآءَہٗ (العنکبوت:69) اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھ کر افتراء کرتا ہے اس سے زیادہ ظالم اور کون ہو سکتا ہے۔یا اُس سے (زیادہ ظالم کون ہو سکتا ہے) جو حق کو اُس وقت جھٹلاتا ہے جب وہ اُس کے پاس آتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ

''افتراء کی بھی ایک حد ہوتی ہے اور مفتری ہمیشہ خائب و خاسر رہتا ہے۔ قَدۡ خَابَ مَنِ افۡتَرٰی (طٰہٰ:62)''۔(ملفوظات جلد سوم صفحہ 545 جدید ایڈیشن مطبوعہ ربوہ)

اور آنحضرت ﷺ کو فرمایا کہ اگر تُو افتراء کرے تو تیری رَگِ جان ہم کاٹ ڈالیں گے اور ایسا ہی فرمایا وَ مَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنِ افۡتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا (العنکبوت:69) کہ ایک شخص ان باتوں پر ایمان رکھ کر افتراء کی جرأت کیونکر کر سکتا ہے؟ یعنی اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کو بڑا واضح طور پر فرماتا ہے کہ جو جھوٹ بولنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ پر افتراء کرنے والے ہیں ہم ان کی جو رَگِ جان ہے وہ کاٹ دیں گے اور ان کو خائب و خاسر کریں گے۔ جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے گا ذلیل و رسوا ہو جائے گا۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''ایک شخص ان باتوں پر ایمان رکھ کر افتراء کی جرأت کیونکر کر سکتا ہے''۔پھر فرمایا کہ ''ظاہری گورنمنٹ میں اگر ایک شخص فرضی چپڑاسی بن جائے تو اس کو سزا دی جاتی ہے اور وہ جیل میں بھیجا جاتا ہے تو کیا خدا تعالیٰ کی ہی مقتدر حکومت میں یہ اندھیر ہے کہ کوئی محض جھوٹا دعویٰ مامور من اللہ ہونے کا کرے اور پکڑا نہ جائے بلکہ اس کی تائید کی جائے۔اس طرح تو دہریت پھیلتی ہے۔خدا تعالیٰ کی ساری کتابوں میں لکھا ہے کہ مفتری ہلاک کیا جاتا ہے''۔

(الحکم جلد 8 نمبر 12 مورخہ 10/اپریل 1904ء صفحہ 7۔
تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد 3 صفحہ 624)

تو جو لوگ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر الزام دیتے ہیں ان کا بھی اس بات میں رَدّ کیا گیا ہے کہ ایک ظاہری حکومت کی طرف منسوب کر کے اگر کوئی آدمی بات کرتا ہے، چاہے کسی افسر کا چپڑاسی بن کے کسی کے پاس حکم لے کے چلا جائے اور جھوٹ بولے اور پکڑا جائے تو اس کو بھی سزا ملتی ہے۔تو کیا خدا تعالیٰ کی طرف جو باتیں منسوب کی جاتی ہیں یا کوئی شخص جو یہ کہتا ہے کہ مَیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوں اور وہ یہ بات اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو اتنی بھی طاقت نہیں کہ اس کو پکڑ لے اور سزا دے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس سے زیادہ ظالم کون ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھے۔یعنی یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ جب انبیاء اللہ تعالیٰ کی طرف سے بات کرتے ہیں تو وہ اپنی جان پر ظلم کرنے والے ہوں یا اللہ تعالیٰ کی طرف جو باتیں وہ منسوب کر رہے ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کی پکڑ نہ کرے۔

پس اللہ تعالیٰ کا مختلف جگہوں پر قرآنِ کریم میں اس حوالے سے فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ بنیادی اور اصولی بات ہے کہ جو بھی خدا تعالیٰ پر افتراء کرے گا، جھوٹ بولے گا وہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ میں آئے گا۔اور صرف یہی نہیں بلکہ حق اور سچائی کو جھٹلانے والا جو دوسرا گروہ ہے اگر وہ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی کی نافرمانی کرنے والا ہو گا تو وہ بھی خدا تعالیٰ کی پکڑ میں آئے گا۔

تو دو قسم کے گروہوں کا یہاں ذکر ہے۔ایک وہ جو اللہ تعالیٰ پر غلط افتراء کرے اللہ تعالیٰ اسے بھی پکڑتا ہے۔ دوسرا وہ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والے کو جھٹلائے اللہ تعالیٰ اسے بھی پکڑتا ہے اور دونوں ہی گروہ اپنے اوپر ظلم کرنے والے ہوتے ہیں۔پس انبیاء کا انکار کرنے والے جب یہ کہتے ہیں کہ اس نے اپنی طرف سے باتیں بنا لیں اور خدا تعالیٰ نے اس کو قطعاً نبوت کا درجہ دے کر نہیں بھیجا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹا افتراء کرے گا ہم اسے پکڑیں گے۔جو نشانیاں اور ثبوت نبی کے لئے ظاہر ہوئیں انہیں دیکھ کر انہیں قبول کرنے کی کوشش کرو۔نبوت اپنے روشن نشانوں کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی تائیدات اس کے ساتھ ہوتی ہیں اور ہر نیا دن یہ روشن نشان دکھاتا چلا جاتا ہے۔پس منکرین نبوت کو یہ ایسی دلیل دی گئی ہے کہ ان میں عقل ہو تو یقیناً ہوش کریں اور ہوش کرنی چاہئے۔یہ الزامات آنحضرت ﷺ سے پہلے انبیاء پر بھی لگے تھے اور پھر آنحضرت ﷺ کی ذاتِ مقدس پر بھی لگے تھے اور یہی الزامات آج حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات پر بھی لگ رہے ہیں۔سورۃ زمر کی اس آیت سے پہلے کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم کی تعلیم کو جامع بتا کر یہ اعلان کیا تھا کہ اس جامع تعلیم کے بعد اب کوئی اعتراض کرنے کا جواز نہیں رہتا۔ قرآنِ کریم اپنی ذات میں خود بھی بہت بڑا نشان ہے۔ بلکہ اس کی ہر ہر آیت اور ہر ہر لفظ ایک اعجاز ہے اور اللہ تعالیٰ نے کفّار کو اس کو قبول کرنے کی نصیحت فرمائی لیکن اس کے باوجود کفار نے انکار کیا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے سختی اور سزا سے کام لیا اور پھر ان لوگوں نے آنحضرت ﷺ کو قبول کیا۔

پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب تم میرے بھیجے ہوؤں کا انکار کرتے ہو تو اس دنیا میں یا اگلے جہان میں میری پکڑ کے نیچے آتے ہو۔ پس عقل کا تقاضا یہی ہے کہ اس

جو شخص اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھ کر افتراء کرتا ہے اس سے زیادہ ظالم اور کون ہو سکتا ہے۔

کیا خدا تعالیٰ کی ہی مقتدر حکومت میں یہ اندھیر ہے کہ کوئی محض جھوٹا دعویٰ مامور من اللہ ہونے کا کرے اور پکڑا نہ جائے بلکہ اس کی تائید کی جائے۔

ہٹ دھرمی کو چھوڑو۔ اگلی آیت میں بتایا کہ تقویٰ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خوف کا دل میں ہونے کا اظہار یہی ہے کہ جو سچائی کے پیغام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہوا ہے اس کو قبول کرو۔ کیونکہ یہی چیز تمہیں کامیابیاں بھی عطا کرے گی اور تقویٰ میں مزید بڑھائے گی۔ اور یہ بھی ایک نبی کے سچا ہونے کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کامیابیاں نصیب کرتا چلا جاتا ہے۔

سورۃ یونس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا اَوْ کَذَّبَ بِاٰیٰتِہٖ اِنَّہٗ لَا یُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ (یونس:18) پس جو اور محفوظ کتاب ہے جس کی حفاظت کا خدا تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے اور غیر بھی باوجود کوشش کے اس میں کسی قسم کی تحریف تلاش نہیں کر سکے۔ چودہ سو سال سے وہ اپنی اصلی حالت میں موجود ہے۔ یہ سب باتیں اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں جمع کر کے مسلمانوں کو ہوشیار کیا ہے کہ یہ قصے کہانیاں نہیں، تمہاری حالت بھی پہلی قوموں جیسی نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے یہ فرما کر کہ لَا یُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ (یونس:18) کہ مجرم لوگ کبھی کامیاب نہیں ہوتے، تسلی دلا دی ہے کہ بے شک جھوٹے دعوے دار ہو سکتے ہیں لیکن وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اور کامیابی کا معیار کیا ہے؟ میں کوئی کمی بیشی کی یا اس کے برخلاف قرآنِ کریم کی حکومت کو اپنے اوپر لاگو کرنے کا حکم دیا۔ آپؑ کی تحریریں پڑھ لیں۔ ہر جگہ یہ ملے گا کہ قرآن کی حکومت قائم کرو۔ کیا نمازوں میں کوئی کمی کی یا کسی اور رکن اسلام میں کوئی کمی کی؟ یا سنت رسول اللہ ﷺ کی جو باتیں ہم تک تصدیق کے ساتھ پہنچیں، ان میں کوئی کمی یا بیشی کی؟ یا اس کے برخلاف ان تمام چیزوں کو خوبصورت رنگ میں نکھار کر ہمارے سامنے پیش کیا اور اگر جائزہ لیں تو نظر آئے گا کہ ہمارے سامنے اسلام کی خوبصورت تعلیم کو مزید نکھار کر، چمکا کر پیش کیا۔

نبوت اپنے روشن نشانوں کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی تائیدات اس کے ساتھ ہوتی ہیں اور ہر نیا دن یہ روشن نشان دکھاتا چلا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھے یا اس کے نشانات کو جھٹلائے اس سے بڑھ کر ظالم کون ہو گا۔ یقیناً مجرم کامیاب نہیں ہو سکتے۔ دونوں طرح کے مجرم کامیاب نہیں ہوں گے۔ نہ وہ کامیاب ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ پر بہتان لگاتے ہوئے یہ کہے کہ مَیں خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوں۔ نہ وہ کامیاب ہو سکتے ہیں جو ایک سچے نبی کا انکار کرنے والے ہوں۔

پس اس سے بھی ظاہر ہے کہ دو قسم کے لوگ ہیں جو سزا سے نہیں بچ سکتے۔ جیسا کہ مَیں نے کہا ایک وہ جو غلط دعویٰ کر کے اسے خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کریں اور دوسرے وہ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے پیغام لانے والے یہ ہے کہ اپنی تعلیم اور بعثت کے مقصد کو وہ دنیا میں پھیلا نہیں سکتے جس طرح خدا تعالیٰ کی طرف سے آنے والے پھیلاتے ہیں۔ بے شک ان کی چھوٹی سی جماعت بھی بن سکتی ہے۔ ان کے پاس دولت بھی جمع ہو سکتی ہے۔ یہ سب کچھ ہو سکتا ہے لیکن جو خدا تعالیٰ کی طرف سے دعوے دار ہو کر آتا ہے وہ ایک روحانی مقصد کو لے کر آتا ہے۔

انبیاء آئے تو وہ یا نئی شریعت لے کر آئے تا کہ دنیا میں ایک روحانی انقلاب پیدا کریں اور انسان کو خدا تعالیٰ کے قریب کریں یا پرانی تعلیم کی تجدید کے لئے آئے تا کہ بھٹکے ہوؤں کو پھر سے اس تعلیم کے مطابق جو شرعی نبی لائے آپؑ تو قرآنِ کریم کی شریعت جس کو دنیا بھول چکی تھی نئے سرے سے قائم کرنے کے لئے آئے تھے اور آنحضرت ﷺ کی پیشگوئیوں کے مطابق آئے تھے۔

پھر یہ دیکھنے والی بات ہے کہ کیا آپؑ کی جماعت پھیل رہی ہے یا وہیں کھڑی ہے یا کم ہو رہی ہے یا ایک دفعہ پھیلی اور پھر سکڑ گئی۔ خاندانوں کے افراد نہیں بلکہ خاندانوں کے خاندان اور ملکوں میں گروہ در گروہ لوگ جماعت میں شامل ہوتے ہیں اور ہو رہے ہیں۔ اس کے مقابلہ پر ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں میں سے جو الزام لگانے والے ہیں، ان میں کتنے ایسے ہیں جو قرآنِ کریم

جو تقویٰ پر چلنے والے ہیں اپنے ربّ سے ہر وہ چیزیں پائیں گے جو وہ چاہیں گے۔

کا مقابلہ کریں اور یہ ایسی بات ہے جو ہر عقل رکھنے والا سمجھ سکتا ہے۔ تبھی تو فرعون کی قوم کے ایک آدمی نے کہا تھا کہ وَاِنْ یَّکُ کَاذِبًا فَعَلَیْہِ کَذِبُہٗ وَاِنْ یَّکُ صَادِقًا یُّصِبْکُمْ بَعْضُ الَّذِیْ یَعِدُکُمْ (المؤمن:29) کہ اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا وبال اسی پر پڑے گا۔ اگر وہ سچا ہے تو اس کی کی ہوئی بعض انذاری پیشگوئیاں تمہارے متعلق پوری ہو جائیں گی۔

پس ان مسلمانوں کے لئے بھی جو آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق آنے والے مسیح موعودؑ کو نہیں مانتے غور کرنے کا مقام ہے۔ مسلمانوں کے پاس تو ایک ایسی جامع تھے خدا تعالیٰ کے قریب کریں۔ پس یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والوں کا بنیادی معیار ہے۔ اگر کوئی دعویٰ کرتا ہے کہ وہ خدا کی طرف سے ہے لیکن یہ دو مقصد حاصل نہیں کرتا تو خدا تعالیٰ پر افتراء باندھ رہا ہے۔ اگر وہ لوگوں میں روحانی انقلاب پیدا نہیں کر رہا اگر وہ لوگوں کو خدا تعالیٰ کے قرب کی طرف راہنمائی نہیں کر رہا، ان میں ایک انقلاب پیدا نہیں کر رہا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ غلط ہے۔

اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر مفتری ہونے کا نعوذ باللہ الزام لگایا جاتا ہے تو یہ دیکھنا چاہئے کہ کیا آپؑ نے شریعت میں بدعات پیدا کیں یا اس کی تعلیم میں ہی ناسخ اور منسوخ کے چکر میں پڑے ہیں۔ فرقہ بندیوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے فروعی مسائل میں پڑ کر بعض احکامات سے دُور ہٹ گئے ہیں اور بعض ایسی بدعات پیدا کر لی ہیں جن کا اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ اب اگر پاکستان، ہندوستان اور ایسے ملکوں میں چلے جائیں تو وہاں قبروں پر چڑھاوے ہیں، پیروں کے دَروں پر جا رہے ہیں، وہ پیر جو کبھی نمازیں بھی نہیں پڑھتے تھے۔ ان سے فریادیں کی جاتی ہیں، ان سے مانگا جاتا ہے۔ قبروں سے مانگا جاتا ہے۔ کیا یہ تمام چیزیں کبھی آنحضرت ﷺ کے زمانے میں تھیں؟ یا آپؑ نے

ان کا حکم دیا؟ تو ان لوگوں نے تو خود اسلام میں بدعات پیدا کر لی ہیں۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ ایک دعوے دار، بہاء اللہ اٹھا۔ اگر اس کا دعویٰ نبوت مانا جائے تو اس کی سچائی اس لئے ثابت نہیں ہوسکتی کہ اللہ تعالیٰ کی تائیدات اس کے ساتھ نہیں تھیں۔ کسی بھی موقع پر ہمیں نظر نہیں آئیں۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو کوئی روشن نشان پیش نہیں کیا۔ پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ شریعت اسلامی کو جو آخری شریعت ہے جس نے قیامت تک رہنا ہے، اس کو ناقص ثابت کرنے کی کوشش کی اور اس وجہ سے بے شک ایک وقت میں کافی تعداد میں اس کے ماننے والے بھی اس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعوے کی سچائی کی بھی تصدیق کرتی ہے۔ پس وہ لوگ جو احمدیوں کو بہائیوں کے ساتھ ملانے کی کوشش کرتے ہیں، کئی جگہ ذکر چلتا رہتا ہے۔ ان کو بھی ذرا عقل کے ناخن لینے چاہئیں۔ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ معیار کے مطابق فیصلہ کریں۔ پھر دیکھیں کہ کیا دونوں ایک چیز ہیں۔ پھر یہ بتانے کے بعد کہ سچائی لے کے آنے والا جو روشن نشانوں اور اللہ تعالیٰ کی تائیدات کے ساتھ سچائی لے کر آتا ہے، غلط اور جھوٹ اس کی طرف منسوب نہیں کرتا۔ اور حقیقت میں وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجا ہوا ہوتا ہے۔ ایک ہی مضمون کی یہ تین چاہیں گے، اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ ہر وقت دنیا کی فانی چیزوں کی خواہش کرتے ہیں اور وہ انہیں ملتی رہیں گی بلکہ پہلے تقویٰ کا ذکر کرکے یہ بتا دیا کہ وہ یہی چاہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ انہیں انعامات سے نوازے گا۔ ان کی خواہشات اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق ہو جائیں گی اور ایسے ہی لوگوں کے بارے میں پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ (حٰمٓ السجدۃ: 31) کہ ہم دنیا میں بھی تمہارے دوست رہیں گے اور آخرت میں بھی تمہارے دوست رہیں گے اور یہ اس لئے ہے کہ

غلطی اور گناہ کی سزا تو اس کے برابر ہے لیکن نیکی کا اجر دس گنا ہے۔

کے ساتھ ہو گئے۔ لیکن اس کی مقبولیت، قرآنِ کریم کی مقبولیت اور شریعت کی مقبولیت کے مقابلے میں کوئی بھی حیثیت نہیں رکھتی۔ بلکہ اب تو بہاء اللہ کی شریعت ماننے والے اِکّادُکّا اِدھر اُدھر نظر آتے ہیں۔ ان لوگوں کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔ اور قرآنِ کریم آج بھی دنیا کے ایک طبقہ کی طرف سے بڑی سوچی سمجھی سکیم کے باوجود کہ اسے بدنام کیا جائے، استہزاء کا نشانہ بنایا جائے، دنیا میں پھیل رہا ہے۔ جماعت احمدیہ کے ذریعہ ہی لاکھوں لوگ اس کی تعلیم کے نیچے آ کر اپنی ابدی نجات کے سامان پیدا کر رہے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ لوگ جو مختلف آیات جو مَیں نے پیش کیں تھیں ان میں یہی ہے کہ اس سے بڑا ظالم کون ہو سکتا ہے جو غلط باتیں منسوب کرے۔ اور پھر فرمایا کہ اس سے زیادہ ظالم اور کون ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے کو قبول نہیں کرتے۔ ان میں بتایا کہ جو قبول نہیں کرتے وہ صدق کو جھٹلاتے ہیں۔ دوسری آیت میں فرمایا کہ وہ حق کو جھٹلاتے ہیں۔ تیسری آیت میں فرمایا وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلاتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والا اپنے پیغام اور قول میں سچا ہوتا ہے کہ یقیناً وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ وہ جس پیغام کو لے کر آتا ہے وہ حق ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ محسنین کو جزا دیتا ہے۔ حسنِ عمل کرنے والوں کو جزا دیتا ہے۔ نیک اعمال بجالانے والوں کو جزا دیتا ہے۔ ان لوگوں کو دنیا و آخرت کی جنّت دیتا ہے جو مستقل مزاجی سے نیک اعمال کئے جاتے ہیں اور تقویٰ پر قائم ہوتے ہیں۔ ایک وفا کا تعلق خدا تعالیٰ سے ہوتا ہے۔ اس کو اگلی آیت میں پھر مزید کھولا کہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے کو ماننے کی وجہ سے، تقویٰ پر چلنے کی کوشش کی وجہ سے، اچھے اعمال بجا لانے کی کوشش کی وجہ سے، ایسے اعمال جو اللہ تعالیٰ کی نظر میں پسندیدہ نہیں لیکن انسان سے بشری کمزوریوں کی وجہ سے سرزد ہو جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ

وہ لوگ جو احمدیوں کو بہائیوں کے ساتھ ملانے کی کوشش کرتے ہیں، کئی جگہ ذکر چلتا رہتا ہے۔ ان کو بھی ذرا عقل کے ناخن لینے چاہئیں۔

جھوٹے ہیں فلاح نہیں پا سکتے۔ تو یہ ہے ان کا فلاح پانا۔ دنیاوی دولت اکٹھی ہو جانا یا ایک گروہ پیدا کر لینا کامیابی نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی تعلیم کا اس کے مقابلہ پر لاکھوں گنا پھیلنا اور اس میں ترقی ہوتے چلے جانا، یہ اصل فلاح اور کامیابی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے انبیاء جب اس مقصد کے لئے آتے ہیں تو پھر بڑے روشن نشانات کے ساتھ آتے ہیں۔ زمین و آسمان کی تائیدات ان کے ساتھ ہوتی ہیں اور یہ لوگ ہوتے ہیں جو پھر اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت سے فلاح کی طرف لے جانے والے ہوتے ہیں۔ اور یہی دلیل ہے جو آج حضرت خدا تعالیٰ کا حقیقی پیغام ہوتا ہے اور خود ظاہر کر رہا ہوتا ہے کہ یہ خدا تعالیٰ کا پیغام ہے اور وہ پیغام اللہ تعالیٰ کی آیات نشانات اور تائیدات لئے ہوئے ہوتا ہے۔

جو آیات مَیں نے تلاوت کی ہیں ان میں سے تیسری آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس تائید یافتہ اور اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے کو ماننے والے جو تقویٰ پر چلنے والے ہیں اپنے ربّ سے ہر وہ چیزیں پائیں گے جو وہ چاہیں گے۔ انہیں اطمینانِ قلب بھی نصیب ہوگا، اُن کے اندر قناعت بھی پیدا ہوگی، ان کے اندر نیکیاں کرنے کی خواہشات بھی پیدا ہوں گی۔ یہاں جو یہ فرمایا کہ وہ جو پھر ان کے بداثرات دُور فرمائے گا کیونکہ اس سے پہلے کوشش ہو رہی ہوگی، نیّت نیک ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے کس قدر رحمت اور شفقت کو وسعت دیتا ہے اس کا اندازہ اسی بات سے ہو جاتا ہے۔

پھر فرمایا کہ غلطی اور گناہ کی سزا تو اس کے برابر ہے لیکن نیکی کا اجر دس گنا ہے۔ پس سوائے اس کے کہ انسان ڈھٹائی سے گناہوں پر جرأت پیدا کرتا چلا جائے۔ نیکیوں کا ثواب اور اجر گناہوں کو پیچھے چھوڑ دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے تمام بداثرات دور فرما دیتا ہے اور حسنِ عمل کا پھر انہیں اجر عطا فرماتا ہے۔ وہ اس دنیا میں بھی نیکیوں کی

طرف متوجہ رہ کر اپنی دنیا کو جنت بنانے والے بن جاتے ہیں اور آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ کی جنت کو حاصل کرنے والے ہوں گے۔

پس اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے کو مان کر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اطمینان قلب پانا اور نیکیوں میں بڑھنا بھی ایک معیار ہے، اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے کی سچائی کا۔ اور اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے احمدی کثرت سے اس بات کے گواہ ہیں بلکہ جو نئے شامل ہونے والے ہیں ان کے اطمینان قلب میں بھی مزید اضافہ ہوتا ہے۔ اس مضمون کے کئی خطوط میں روزانہ وصول کرتا ہوں۔ پھر اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ (الزمر: 37) کہ کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لئے کافی نہیں ہے۔ مزید تسلی دلائی۔ پھر الزام لگانے والے الزام لگاتے ہیں کہ یہ جھوٹا ہے۔ جس ظلم کا وہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے پر الزام لگا رہے ہیں اس ظلم کے وہ اُس کو نہ مان کر خود مرتکب ہو رہے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ فرما چکا ہے کہ ایسے الزام لگانے والوں اور ظلم کرنے والوں کا ٹھکانا جہنم ہے۔ اور جو اس کو قبول کرنے والے ہیں اللہ تعالیٰ اُن کو اُن کی برائیوں سے صرفِ نظر کرتے ہوئے نیکیوں کا اجر دے گا اور مزید نیکیوں کی توفیق دے گا تا کہ تقویٰ میں بھی بڑھتے چلے جائیں۔ پس یہاں یہ بات بتا کر کہ کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لئے کافی نہیں ہے، جھٹلانے والوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ تم اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوؤں کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے کیونکہ خدا تعالیٰ اس کا مددگار ہے اور اسی طرح اس کے ماننے والوں کا مددگار ہے۔ آنحضرت ﷺ کی زندگی اس بات کی شاہد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر قدم پر آپ کی اور آپ کے ماننے والوں کی مدد اور نصرت فرمائی۔ آنحضرت ﷺ کی زندگی بھی اور صحابہ کی زندگی بھی اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر لحہ آپ کی مدد فرمائی، آپ

کے صحابہ کی مدد فرمائی۔ بے شک جنگوں میں مسلمان شہید بھی ہوئے لیکن دشمنوں کے مقابلے پر ہمیشہ کم نقصان ہوا۔ یا دشمن وہ مقصد حاصل نہیں کر سکے جو وہ کرنا چاہتے تھے کہ اسلام کو ختم کر دیں۔ اور آج تک ہم دیکھ رہے ہیں کہ آنحضرت ﷺ اور قرآنِ کریم پر مخالفین اسلام نہایت گھٹیا اور رقیق حملے کرتے اور الزام لگاتے ہیں لیکن اسلام کو نقصان نہیں پہنچا سکے۔ اور آج بھی مسلمانوں میں ایک گروہ ہے اور بڑی تعداد میں ہے جو آپ کی لائی ہوئی شریعت کو اصل حالت میں اپنی زندگیوں پر لاگو کر رہا ہے یا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قیامت تک کے لئے بھیجے گئے ہیں اور آپؐ کی لائی ہوئی شریعت زندہ ہے اور زندہ رہے گی ان شاء اللہ۔ اور دشمنانِ اسلام کی کوششیں اور دھمکیاں نہ پہلے اسلام کا کچھ بگاڑ سکی تھیں نہ اب بگاڑ سکتی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مَیں ان کے لئے کافی ہوں۔ اپنے بندوں کو ان کے شر کے بد انجام سے ہمیشہ بچاؤں گا۔ اور اس لئے اس زمانہ میں آنحضرت ﷺ کے عاشق صادق کو اللہ تعالیٰ نے بھیجا کہ نئے جوش اور وَلوَلے سے دشمنان اسلام کے حملوں کو ردّ کریں۔ کاش کہ مسلمان بھی اس حقیقت کو سمجھیں اور اس جری اللہ کی فوج میں شامل ہو کر اللہ تعالیٰ کے بندوں کے اس زمرے میں شامل ہو جائیں جن سے اللہ تعالیٰ کی مدد کا ہمیشہ وعدہ ہے۔ یہاں یہ بھی واضح ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا کہ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ تو عبد سے کیا مراد ہے۔ ہم کہہ دیتے ہیں کہ اللہ کا بندہ۔ ہر انسان جو دنیا میں آیا ہے اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اور اس ناطے بندہ ہے۔ طاقت اس کی کوئی نہیں لیکن حقیقی عبد سے مراد وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی کامل غلامی کا جُوا اپنی گردن پر ڈالتا ہے۔ جو اس کے دین کا مددگار ہے۔ جو نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ کا نعرہ لگانے والوں میں شامل ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کا عبادت

گزار ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی ہمیشہ بڑائی بیان کرنے والا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ سے گہرا پیار کا تعلق رکھنے والا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے لئے بہت غیرت رکھنے والا ہے۔ یہ لوگ ہیں جو حقیقی عَبْد ہیں۔ اس کے یہ معنی نکلتے ہیں اور اس کا اعلیٰ ترین معیار جس سے اوپر کوئی انسان جا نہیں سکتا وہ آنحضرت ﷺ کی ذات ہے اور جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے کافی ہونے کے وہ نظارے دکھائے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ ہر دشمن سے آپؐ کو اس طرح بچایا کہ کوئی انسان اس کا سوچ بھی نہیں سکتا اور کوئی انسانی طاقت اس کو اس طرح بچا نہیں سکتی۔ ہجرت کے وقت اللہ تعالیٰ آپ کے لئے غار میں کافی ہوا۔ کس طرح بچایا۔ انعام کے لالچ میں آپ کو پکڑنے کے لئے پیچھا کرنے والے کے مقابلہ میں خدا تعالیٰ کافی ہوا۔ جنگوں میں خدا تعالیٰ کافی ہوا۔ جب آپؐ نہتے تھے اور دشمن کے ہاتھ میں تلوار تھی۔ اس نے آپ کو سوئے ہوئے جگایا اور پوچھا کہ اب تجھے کون مجھ سے بچائے گا تب اللہ تعالیٰ کافی ہوا۔ پھر صحابہ نے اپنی زندگیوں میں یہ نظارے دیکھے۔ تو یہ آنحضرت ﷺ کی سچائی کا ثبوت ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نہ صرف آپ کے لئے بلکہ آپؐ کے صحابہؓ کے لئے، ان بندوں کے لئے بھی کافی ہوا جو حقیقی عبد بننے کی کوشش کر رہے تھے اور ان کے دل سے بندوں کا خوف بالکل ختم ہو گیا اور وہ لوگ خالص اللہ تعالیٰ کے ہو گئے۔ ان کو بھی رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ کی خوشخبری ملی۔ اور جو بدبخت کفار تھے جن کے مقدر میں گمراہی تھی وہ اپنے انجام کو پہنچے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہدایت وہی پاتا ہے جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے اور جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔ پس ہدایت کے لئے بھی اللہ تعالیٰ کی طرف جھکنا چاہئے۔ ایمان میں ترقی کے لئے بھی اللہ تعالیٰ کی طرف جھکنا چاہئے اور ہدایت پا کر پھر

> حقیقی عبد سے مراد وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی کامل غلامی کا جُوا اپنی گردن پر ڈالتا ہے۔ جو اس کے دین کا مددگار ہے۔

> اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہدایت وہی پاتا ہے جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے اور جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔

اس پر قائم رہنے کے لئے بھی ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف جھکنا چاہئے۔ جو ہدایت پاتے ہیں وہ پھر اس معنی میں حقیقی عَبۡد بن کر دکھاتے ہیں جو معنی میں نے عَبۡد کے بیان کئے اور جانتے ہیں کہ اس میں ہی ان کی ہر قسم کی بقا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ حقیقی غلبہ اللہ تعالیٰ کو ہی حاصل ہے اور اللہ تعالیٰ کے نبیوں اور ان کی جماعتوں کو نقصان پہنچانے والے یا نقصان پہنچانے کی کوشش کرنے والے اللہ تعالیٰ کی سزا سے بچ نہیں سکتے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں اور ان کے ماننے والوں کی دشمنی کرنے والوں سے انتقام بھی لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا انتقام ان پر دنیا یا آخرت میں سزا کی صورت میں ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بہت بڑی بات ہے کہ اس کے پیاروں سے کوئی دشمنی کی جائے اور اس کے لئے پھر اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کے وہ جلوے دکھاتا ہے کہ بعض دفعہ عبرت کا نشان بن جاتے ہیں۔ پھر ان لوگوں کے لئے دنیا میں کوئی جائے پناہ نہیں ہوتی اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آخرت میں ان سے اچھا سلوک نہ کیا جائے گا۔ پس یہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بھیجے ہوؤں اور ان کے ماننے والوں کی سچائی ظاہر کرنے کے لئے نشان ہے کہ وہ صرف ان کی سچائی ثابت نہیں کرتا بلکہ ان کو دشمن کے ہر حملے سے بچاتا ہے۔ ان کو تحفّظ دیتا ہے اور ان کے لئے ہمیشہ نشانات ظاہر فرماتا رہتا ہے۔ اور ان کے مخالفین سے ایسے انتقام بھی لیتا ہے جو اگر اس دنیا میں ہوں تو جیسا کہ مَیں نے کہا دنیا کے لئے عبرت کا نشان بن جاتے ہیں اور آخرت میں اس سے بھی زیادہ سزا ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کے پیارے اور اس کو ماننے والے اس کے احکامات پر عمل کرنے والے فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ (الفجر: 30) کی خوشخبری پانے والے بنتے ہیں۔ تقویٰ پر چلنے اور احسن عمل کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے بنتے ہیں اور اس مقام کو سب سے زیادہ حاصل کرنے والی آنحضرت ﷺ کی ذات تھی جیسا کہ پہلے بھی مَیں نے کہا۔ پس اللہ تعالیٰ آپ کی وجہ سے آپ کے غلاموں کے لئے بھی کافی ہوگیا اور ان کے لئے بھی اپنی قدرت کے نظارے دکھائے اور دکھا رہا ہے۔ آپ کے غلاموں میں سے اکمل ترین غلام آپؐ کے عاشق صادق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کا یہ حصہ کہ اَلَیۡسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبۡدَہٗ کئی مرتبہ الہام کیا۔ پہلی مرتبہ تو آپؑ کے والد صاحب کی وفات پر جب آپ کو اللہ تعالیٰ نے ان کی وفات کی اطلاع دی اور آپ کو فکر پیدا ہوئی تو اس وقت فرمایا کہ اَلَیۡسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبۡدَہٗ کہ کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لئے کافی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم میرا بندہ ہونے کا دعویٰ کرتے ہو اور تم جانتے ہو کہ تم میرے بندے ہو اور مجھے تم سے پیار ہے اور مَیں اس کا اظہار بھی پیار کی شکل میں کرتا رہتا ہوں اور یہ الہام اَلَیۡسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبۡدَہٗ بھی اسی پیار کا اظہار ہے جو اللہ تعالیٰ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ والد کے وفات پانے کے بعد تجھے کسی قسم کے فکر کی ضرورت نہیں ہے۔ مَیں تیرے ساتھ ہوں۔ ہر ضرورت پوری کروں گا اور پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہمیشہ ہر قسم کی فکر معاش سے آزاد کر دیا اور نہ صرف آزاد رکھا بلکہ آپؑ کے ہاتھوں سے ایک دنیا کو کھلایا اور آج تک کھلاتا چلا جا رہا ہے۔ پھر اس کے بعد متعدد مرتبہ یہ الہام ہوا۔ ایک دفعہ نہیں ہوا بلکہ کئی دفعہ ہوا۔ وہاں صرف معاش تک بات محدود نہ تھی بلکہ اللہ تعالیٰ نے دشمن کے ہر حملے، ہر کوشش اور ہر تدبیر سے آپ کو بچایا اور آپ کے لئے کافی ہوا بلکہ بعض اوقات فوری انتقام لیتے ہوئے دشمن کو اس سزا کا بھی مورد بنا دیا جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے مقدر کی تھی۔ اس لئے عبرت کا نشان بن گیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی ایسے کئی واقعات سے بھری ہوئی ہے۔ جس طرح خدا تعالیٰ آپؐ کے آقا و مطاع حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے لئے کافی ہوتے ہوئے آپؐ کو ہمیشہ دشمنوں سے بچاتا رہا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اس سچّی غلامی کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بھی دشمنوں نے مقدموں کی صورت میں یا اَور مختلف حربے استعمال کر کے جو حملے کئے ان سے ہمیشہ آپؑ کو بچایا۔ حکومت کے پاس مخالفین نے شکایات کیں۔ یہاں تک کہ افسران اور پولیس والے آپ کے گھر کی تلاشی تک لینے آ گئے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ اپنے کافی ہونے کا ثبوت دیا۔ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو فرمایا کہ تم اپنے کام کئے جاؤ کفار کو اپنی کوششیں اور استہزا کرنے دو۔ ظلم کر رہے ہیں کرنے دو اور فرمایا کہ اِنَّا کَفَیۡنٰکَ الۡمُسۡتَہۡزِءِیۡنَ (الحجر: 96) یقیناً ہم استہزاء کرنے والوں کے لئے تجھے بہت کافی ہیں۔ اور دنیا نے دیکھا کہ کس طرح دشمنانِ اسلام سے اللہ تعالیٰ نے بدلہ لیا اور ان کے مقابلہ میں کافی ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے جو آنحضرت ﷺ کو یہ فرمایا ہے کہ آپ اعلان کریں کہ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ (آل عمران: 32) کہ میری پیروی کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبّت کرے گا تو آپ کی پیروی کا سب سے اعلیٰ معیار قائم کرنے والے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے۔ تبھی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھی وہ مقام عطا فرمایا جو تمام دنیا کو اس زمانہ میں دینِ واحد پر جمع کرنے کے لئے آپ کو ملا اور یہ سب آنحضرت ﷺ کی کامل پیروی اور محبّت تھی جس سے خدا تعالیٰ نے بھی آپ سے محبّت کی اور اس وجہ سے آپ کو بھی اللہ تعالیٰ نے بعض آیات یا ان کے کچھ حصے الہاماً فرمائے۔ پہلے بھی میں ذکر کر چکا ہوں۔ اِنَّا کَفَیۡنٰکَ الۡمُسۡتَہۡزِءِیۡنَ (الحجر: 96) بھی آپ کے الہامات میں سے ایک الہام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بے شمار موقعوں پر آپ کی تائید میں سامان فرما کر دشمن کو ہمیشہ شرمندہ کیا اور دشمنوں کو کئی موقعوں پر شرمندگی کا سامنا کرنا پڑا لیکن جب عزت کے معیار بدل جائیں یا ڈھٹائی کی انتہا ہو جائے تو پھر احساس مر جاتے ہیں۔ پھر آدمی مانتا نہیں کہ مجھے شرمندگی ہوئی۔ ایسے مواقع بھی آئے کہ ایسے بڑے بڑے جُبّہ پوش جو اپنے آپ کو بڑا عالم سمجھتے تھے۔ بڑا معزّز سمجھتے تھے جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقابلے میں آئے تو عدالتوں میں ان کو بڑی سبکی اٹھانی پڑی۔

مولوی محمد حسین بٹالوی کا ایک واقعہ ہے کہ جب اس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو (عدالت میں)

کرسی پر بیٹھے دیکھ کر کرسی کا مطالبہ کیا تو جج نے ڈانٹ دیا۔ اور پھر وہاں سے نکل کر جب باہر عدالت کے دروازے پر کرسی پر بیٹھنے لگا تو وہاں بھی چپڑاسی نے یا چوکیدار نے کرسی پر بیٹھنے نہیں دیا۔ اگر انسان کو صرف احساس ہو تو اس طرح کی سبکیوں کے واقعات ہوتے ہیں۔ بہرحال حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں اس طرح کے کئی واقعات ہوئے۔ اس وقت تو بیان کرنے کا وقت نہیں ہے۔

آج بھی مخالفین حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہ مان کر جو اپنا مقصد حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ تو حاصل کر سکتے ہیں اور نہ کر سکے اور نہ کر سکیں گے ان شاء اللہ لیکن ہم آپ کے سچے ہونے اور آنحضرت ﷺ کے غلام صادق ہونے کے ثبوت کے نظارے ہر روز دیکھتے ہیں۔ پس یہ ہے اللہ تعالیٰ کے ہر موقع پر کافی ہونے کا اظہار، جس کے نظارے اللہ تعالیٰ ہمیں بھی دکھاتا ہے اور اس سے ایمان بڑھتا ہے اور یہ نظارے جو ہم دیکھتے ہیں تو میں یہ کہوں گا کہ ہر احمدی کو اس پر غور کرتے ہوئے اپنے ایمان میں ترقی کرنی چاہئے صرف سرسری طور پر نہیں دیکھنا چاہئے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بنتے ہوئے اس کے اُن بندوں میں شمار ہونے کی دعا کرنی چاہئے جن کے لئے اللہ تعالیٰ ہمیشہ کافی ہو جاتا ہے اور یہ صرف اس صورت میں ہو گا جب ہم تقویٰ پر چلتے ہوئے آنحضرت ﷺ کی حقیقی پیروی کرنے والے اور آپ کے عاشقِ صادق کے ساتھ تعلق میں بڑھنے والے ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے آج ہم ہی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے وعدوں کو ہر روز ایک نئی شان سے پورا ہوتا دیکھتے ہیں۔ آج ہم ہی ہیں جو آنحضرت ﷺ سے سچا، حقیقی اور عاشقانہ تعلق رکھنے والے ہیں۔ پس ہمارے مخالف اور ہمارے دشمن ہم پر جھوٹے الزام لگانے اور استہزاء کرنے اور بدنام کرنے کے لئے جتنا بھی زور لگا لیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے لئے جس طرح پہلے کافی تھا وہ آج بھی ہمارے لئے کافی اور آئندہ بھی ان شاء اللہ کافی ہو گا۔

یہ علماءِ سُوء اور ان کے پیچھے چلنے والے بلکہ پاکستان میں نام نہاد پڑھے لکھے لوگ جو آج کل انصاف کی کرسیوں پر بیٹھے ہوئے ہیں کس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ماننے والوں کو اپنے زعم میں نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں یا تضحیک کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کا ایک حالیہ واقعہ سن لیں۔ ہمارے احمدیوں پر کچھ عرصہ ہوا ایک کیس ننکانہ میں بنا تھا اور کیس یہ تھا کہ مولویوں نے کوئی اشتہار لگایا تھا جس کے بارہ میں کہا گیا کہ کسی احمدی نے اس کو دیوار سے پھاڑ دیا یا کچھ احمدیوں نے پھاڑ دیا۔ حالانکہ قطعاً بے بنیاد الزام تھا اس کی کوئی حقیقت نہیں تھی۔ ہم تو وہ لوگ ہیں جن کو سامنے بھی گالیاں دی جائیں تب بھی صبر کرتے ہیں۔ اتنی زیادہ صبر کی تلقین حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے ہمیں کی گئی ہے اور صبر کرنے کے لئے کہا گیا ہے کہ ہم نے انتقام لینے کی نہ کوشش کی اور نہ بدلہ لینے کی۔ اگر ان کو عقل ہو تو نظر آئے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو مختلف موقعوں پر اپنے مسیح کی جماعت کو تنگ کرنے والوں سے انتقام لیتا ہے۔ بہرحال اس الزام پہ پولیس نے مقدمہ درج کیا۔ چھوٹی عدالت میں پیش ہوا۔ وہاں ضمانت نہیں ہوئی۔ ردّ ہو گیا۔ پھر ہائیکورٹ میں پیش ہوا۔ ہائیکورٹ کے جج صاحب رانا زاہد محمود صاحب ہیں۔ انہوں نے اپنے خداؤں کو خوش کرنے کے لئے جو فیصلہ دیا وہ عجیب ظالمانہ فیصلہ ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایسے ملزم عدالتوں سے دادرسی کا استحقاق نہیں رکھتے جو پاک ہستیوں کی شان میں گستاخی کرتے ہیں۔ ہمارے نزدیک جو سب سے مقدّس ہستی ہے وہ تو آنحضرت ﷺ کی ذات ہے۔ اور ایک احمدی کبھی تصوّر بھی نہیں کر سکتا کہ آنحضرت ﷺ کی شان میں گستاخی کرے۔ ہم تو آپ کے حقیقی غلام کے غلام ہیں۔ اور نہ ہی ہم ان لوگوں میں شامل ہیں جو صحابہ رضوان اللہ علیہم کی شان میں کبھی گستاخی کریں۔ ان جج صاحب کے نزدیک آج کل کے بکاؤ مولوی اگر مقدس ہستیاں ہیں تو ان کے لئے گو ہم کہتے کچھ نہیں لیکن ان کی شان میں تعریف بھی نہیں کر سکتے، یہ ان ججوں کا جو ابن الوقت لوگ ہیں مقام ہے کہ ان کی شان میں تعریفیں کریں۔ ہم تو ہمیشہ آنحضرت ﷺ اور تمام مقدس لوگوں کی شان کو بڑھانے والے، تعریف کرنے والے اور ان کا مقام پہچاننے والے ہیں۔ تو یہ ہے آج کل کی عدلیہ بلکہ آج کل کیا ایک عرصہ سے پاکستان کی عدلیہ کا یہ حال ہے۔ ان سے تو ہمیں کوئی توقع نہیں ہے۔ ہم تو اللہ تعالیٰ کی صفات کا ادراک رکھنے والے لوگ ہیں۔ اسی سے مانگتے ہیں اور اسی کے آگے جھکتے ہیں اور یہی ہمارے لئے کافی ہے۔ لیکن یہ لوگ ضرور اس پکڑ کے نیچے آئیں گے اور آ بھی رہے ہیں لیکن سمجھتے نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس سے زیادہ ظالم کون ہو گا جو اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوؤں کو جھوٹا کہے گا۔

پاکستان کے اربابِ حل و عقد سے میں کہتا ہوں کہ اب بھی عقل کریں اور خدا تعالیٰ کے عذاب کو دعوت نہ دیں جس کے آثار ظاہر ہونے شروع ہو گئے ہیں۔ ابھی بھی وقت ہے اس کو یہیں روک لیں اور اس کا واحد طریقہ صرف یہی ہے کہ خدا تعالیٰ سے معافی مانگ لیں۔ ہم پر جو الزام دیتے ہیں تو اگر کوئی پیمانہ ہو جو یقیناً نہیں ہے، آنحضرت ﷺ نے نفی فرمادی ہے کہ کوئی ایسا پیمانہ نہیں جو دلوں کے حال جانتا ہو تو۔ بہرحال تم دیکھو کہ ہمارے دلوں میں رسول اللہ ﷺ کی محبّت کا وہ ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے جس کے تم نزدیک بھی نہیں پہنچ سکتے۔

پاکستان کی عوام سے بھی میں کہتا ہوں کہ ان نام نہاد، خود غرض اور بکاؤ مولویوں کے پیچھے چل کر اپنی دنیا و عاقبت خراب نہ کریں۔ خدا کے عذاب کو آواز دینے کی بجائے خدا کی پناہ میں آنے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں، ہر احمدی کو ہمیشہ اپنی پناہ اور حفاظت میں رکھے اور ان لوگوں کے شر سے ہمیشہ بچائے۔

پاکستان میں ہر تھوڑے عرصے کے بعد جیسا کہ مولوی مختلف اوقات میں بھڑکاتے رہتے ہیں، کسی نہ کسی احمدی کی شہادت ہوتی رہتی ہے اور یہ بھی اس ظالمانہ قانون کی وجہ سے ہے جو پاکستان کی حکومت نے بنایا ہوا ہے اور اسی قانون نے حقیقت میں ملک میں لاقانونیت کو رواج دے دیا ہے اور آج کل کوئی قانون ملک میں نظر نہیں آتا۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 23 جنوری 2009ء صفحہ 5-8)

تعارف کتب: مرتّبہ: محمد انیس دیالگڑھی

سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب

اس کتاب کا جرمن ترجمہ کرنے کی سعادت مکرم مبارک احمد تنویر صاحب اور مکرم انتصار احمد صاحب مربیان سلسلہ کے حصہ میں آئی جو Vier Fragen des Christen Sirajuddin und die Antworten darauf کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔

22 جون 1897ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب ’’سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب‘‘ کے عنوان سے زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر مسلمانوں کے لیے انبساط اور اطمینان قلب کا سامان بن کر آئی جبکہ عیسائی عقائد پر بجلی بن کر گری۔

اس کتاب کی وجہ اشاعت بیان کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس کے آغاز میں تحریر فرماتے ہیں:

’’ایک صاحب سراج الدین نام عیسائی نے لاہور سے چار سوال بغرض طلبِ جواب میری طرف بھیجے ہیں۔ مَیں مناسب سمجھتا ہوں کہ فائدۂ عام کے لیے ان کا جواب لکھ کر شائع کروں لہٰذا ہر چہار سوال حصہ جواب ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔

سوال 1: عیسائی عقائد کے مطابق مسیح کا مشن اس دنیا میں بنی نوع انسان کی محبت کے لیے آنا اور نوع انسان کی خاطر اپنے تئیں قربان کر دینا تھا۔ کیا بانی اسلام کا مشن ان دونوں معنوں میں ظاہر ہو سکتا ہے یا نہیں؟ یا محبت اور قربانی کے علاوہ کسی اور بہتر الفاظ میں اس مشن کو ظاہر کر سکتے ہیں؟

سوال 2: اگر اسلام کا مقصد توحید کی طرف آدمیوں کو رجوع کرنا ہے تو کیا وجہ ہے کہ آغاز اسلام میں یہودیوں کے ساتھ جن کی الہامی کتابیں توحید کے سوا اور کچھ نہیں سکھاتیں۔ جہاد کیا گیا؟ یا کیوں آج کل یہودیوں یا اور توحید کے ماننے والوں کی نجات کے لیے مسلمان ہونا ضروری سمجھا جائے۔

سوال 3: قرآن میں انسان اور خدا کے ساتھ محبت کرنے کے بارے میں اور خدا کی انسان کے ساتھ محبت کرنے کے بارے میں کون سی آیتیں ہیں جن میں خاص محبت یا حبّ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

سوال 4: مسیح نے اپنی نسبت یہ کلمات کہے۔ ’’میرے پاس آؤ تم جو تھکے اور ماندے ہو کہ میں تمہیں آرام دوں گا‘‘۔ اور یہ کہ ’’مَیں روشنی اور میں راہ ہوں۔ میں زندگی اور راستی ہوں‘‘۔ کیا بانی اسلام نے یہ کلمات یا ایسے کلمات کسی جگہ اپنی طرف منسوب کئے ہیں‘‘۔

حضور علیہ السلام نے کفارہ کی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک تو ایک کا گناہ دوسرے پر ڈالا گیا اور پھر ایک بے گناہ اور راستباز کو لعنتی ٹھہرا کر صلیب پر لٹکایا گیا اور پھر کیا اس کفارہ کی قربانی سے وہ گناہ سے باز آ گئے یا اُن کے گناہ بخشے گئے۔ پھر آپؑ تحریر فرماتے ہیں:

’’اگر گناہ رُک نہیں سکتے تو کیا اس لعنتی قربانی سے ہمیشہ گناہ بخشے جاتے ہیں گویا یہ ایک ایسا نسخہ ہے کہ ایک طرف ایک بدمعاش ناحق کا خون کر کے یا چوری کر کے یا جھوٹی گواہی سے کسی کے مال یا جان یا آبرو کو نقصان پہنچا کر اور یا کسی کے مال کو غبن کے طور دبا کر اور پھر اس لعنتی قربانی پر ایمان لا کر خدا کے بندوں کے حقوق کو ہضم کر سکتا ہے اور ایسا ہی زنا کاری کی ناپاک حالت میں ہمیشہ رہ کر صرف لعنتی قربانی کا اقرار کر کے خداتعالیٰ کے قہری مواخذہ سے بچ سکتا ہے۔ پس صاف ظاہر ہے کہ ایسا ہرگز نہیں بلکہ ارتکاب جرائم کر کے پھر اس لعنتی قربانی کی پناہ میں جانا بدمعاشی کا طریق ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ پولوس کے دل کو بھی یہ دھڑ کا شروع ہو گیا تھا۔ کہ یہ اصول صحیح نہیں ہے۔ اسی لیے وہ کہتا ہے کہ یسوع کی قربانی پہلے گناہ کے لیے ہے اور یسوع دوبارہ مصلوب نہیں ہو سکتا۔

پس بموجب اصول پولوس کے دوسرا گناہ ان کا قابل معافی نہیں اور ہمیشہ کی جہنم اُس کی سزا ہے۔ اس صورت میں ایک بھی عیسائی دائمی جہنم سے نجات پانے

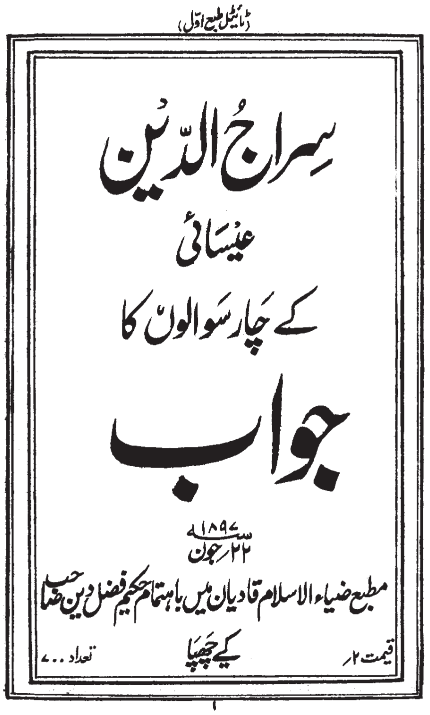
(ٹائیٹل طبع اوّل)
سِراجُ الدّین
عیسائی
کے چار سوالوں کا
جواب
۲۲ جون ۱۸۹۷ء
مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں باہتمام حکیم فضل دین صاحب
کے چھپا
قیمت ۲ر
تعداد ...۷

والا ثابت نہیں ہوتا۔ مثلاً میاں سراج الدین دور نہ جائیں اپنے حالات ہی دیکھیں کہ پہلے انہوں نے مریم کے صاحبزادے کو خدا کا بیٹا مان کر لعنتی قربانی کا بپتسمہ اور پھر قادیان آ کر نئے سرے سے مسلمان ہوئے اور اقرار کیا کہ میں نے بپتسمہ لینے میں جلدی کی تھی اور نماز پڑھتے رہے اور بارہا میرے روبروئے اقرار کیا کہ کفارہ کی لغویت کی حقیقت بخوبی میرے پر کھل گئی ہے اور میں اس کو باطل جانتا ہوں اور پھر قادیان سے واپس جا کر پادریوں کے دام میں پھنس گئے اور عیسائیت کو اختیار کر لیا۔ اب میاں سراج الدین کو خود سوچنا چاہیے کہ جب اوّل وہ بپتسمہ پا کر عیسائی دین سے پھر گئے تھے اور قول اور فعل سے انہوں نے اس کے برخلاف کیا تو عیسائی اصول کی رُو سے یہ ایک بڑا گناہ تھا جو دوسری دفعہ اُن سے وقوع میں آیا پس پولوس کے قول کے مطابق یہ گناہ ان کا بخشا نہیں جائے گا کیونکہ اُس کے لیے دوسری صلیب کی ضرورت ہے‘‘۔ اس کتاب کا اختتام ان جلالی کلمات پر ہوتا ہے۔

’’قرآن خدا کا پاک کلام ہے اور قرآن کے وعدے خدا کے وعدے ہیں۔ اُٹھو عیسائیو! اگر کچھ طاقت ہے تو مجھ سے مقابلہ کرو اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھے بے شک ذبح کر دو ورنہ آپ لوگ خدا کے الزام کے نیچے ہیں اور جہنم کی آگ پر آپ لوگوں کا قدم ہے‘‘۔

إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ

یقیناً اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے اموال خرید لئے ہیں تا کہ اس کے بدلہ میں اُنہیں جنت ملے

انفاق فی سبیل اللہ

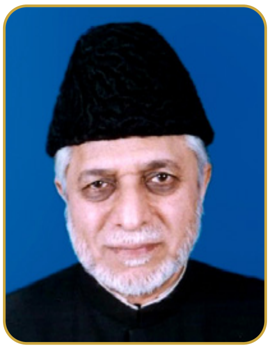

اُسے دے چکے مال و جاں بار بار

مکرم عطاء المجیب راشد صاحب، امام مسجد فضل لندن

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس دنیا میں اس غرض سے پیدا کیا ہے کہ وہ ایک عبد کے طور پر زندگی گزارتے ہوئے قربِ الٰہی کی سب راہوں کی پیروی کرتا رہے تا کہ جب اس دار العمل سے دار الجزاء کی طرف منتقل ہو تو اپنے مقصد حیات میں کامیاب قرار پائے اور رضائے الٰہی کی ابدی جنّت میں داخل ہو سکے۔ اس عظیم مقصد کے حصول کے لئے خدا تعالیٰ نے جو ذرائع اور وسائل انسان کو عطا فرمائے ہیں ان میں سے ایک اہم ذریعہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا ہے۔

دینی ضروریات کی خاطر راہ خدا میں اپنے اموال خرچ کرنے کا مضمون قرآنِ مجید میں بہت کثرت کے ساتھ بیان ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بار بار اس کی تاکید فرمائی اور یہ وعدہ دیا ہے کہ عالم الغیب خدا تمہاری ہر مالی قربانی کو خوب دیکھنے والا اور جاننے والا ہے اور وہ وہاب خدا نیکی کی جزا بے حساب دیتا ہے۔ انفاق فی سبیل اللہ کو جہاد قرار دیتے ہوئے تجارت کے رنگ میں یوں بیان فرمایا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ۝ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۝ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۝ وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا ؕ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ (الصّف:11-14)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! کیا میں تمہیں ایک ایسی تجارت پر مطلع کروں جو تمہیں ایک دردناک عذاب سے نجات دے گی؟ تم (جو) اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہو اور اللہ کے راستے میں اپنے اموال اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرتے ہو، یہ تمہارے لئے بہت بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔ وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں ایسی جنتوں میں داخل کر دے گا جن کے دامن میں نہریں بہتی ہیں اور ایسے پاکیزہ گھروں میں بھی جو ہمیشہ رہنے والی جنتوں میں ہیں۔ یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ ایک دوسری (بشارت بھی) جسے تم بہت چاہتے ہو۔ اللہ کی طرف سے نصرت اور قریب کی فتح ہے۔ پس تو مومنوں کو خوشخبری دے دے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے راہ خدا میں خرچ کرنے کی برکات کا بڑی جامعیت کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔ اسی مضمون کا ذکر ایک دوسری آیت کریمہ میں بھی ہے جس میں فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ۔ (سورۃ التوبۃ:112)

یعنی یقیناً اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے اموال خرید لئے ہیں تا کہ اس کے بدلہ میں اُنہیں جنت ملے۔

جس انسان کو صادق الوعد خدا کی طرف سے جیتے جی جنّت کی بشارت مل جائے وہ یقیناً اپنی منزل کو پا گیا۔

ہمارے محبوب آقا حضرت خاتم الانبیاء محمد ﷺ نے بھی مالی قربانیوں کے موضوع پر اپنی امّت کی بے نظیر راہنمائی فرمائی ہے۔ایک حدیث قدسی میں مذکور ہے کہ ''اے ابن آدم! تو دل کھول کر راہ خدا میں خرچ کر، اللہ تعالیٰ بھی تجھ پر خرچ کرے گا''۔ (مسلم کتاب الزکاۃ حدیث نمبر 2308 باب الحث علی النفقۃ وتبشیر المنفق بالخلف)

نیز فرمایا ''قابل رشک ہے وہ انسان جسے اللہ تعالیٰ نے مال عطا فرمایا اور پھر اس مال کو اس کے برمحل خرچ کرنے کی بھی غیر معمولی توفیق اور ہمت بخشی''۔

(بخاری کتاب الزکاۃ باب انفاق المال فی حقہ)

اسی طرح فرمایا ''اللہ کی راہ میں گن گن کر خرچ نہ کیا کرو۔ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تمہیں گن گن کر ہی دیا کرے گا۔اپنے روپوں کی تھیلی کا منہ بخل کی وجہ سے بند کر کے نہ بیٹھ جانا ورنہ پھر اس کا منہ بند ہی رکھا جائے گا۔جتنی طاقت ہے دل کھول کر خرچ کرو''۔(بخاری کتاب الزکاۃ باب التحریص علی الصدقۃ و الشفاعۃ فیھا ایضا باب الصدقۃ فیما استطاع)

قرآن مجید اور احادیث سے ملنے والی یہ راہنمائی اس حقیقت کو خوب آشکار کرتی ہے کہ دین کی ضروریات کے لئے مالی قربانی قرب الٰہی اور رضائے الٰہی پانے کا ایک قطعی اور یقینی ذریعہ ہے۔ان مالی قربانیوں کے نتیجہ میں ایک طرف تو قربانی کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کا پیار نصیب ہوتا ہے تو دوسری طرف رحیم وکریم خدا اسی دنیا میں ایسے مخلص بندے کو نوازنا شروع کر دیتا ہے۔سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی تحریرات اور ملفوظات میں انفاق فی سبیل اللہ کے موضوع پر بہت تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور بار بار اپنے ماننے والوں کو اس کی اہمیت، افادیت اور ضرورت سے آگاہ فرماتے ہوئے اس راہ میں آگے سے آگے بڑھنے کی تلقین فرمائی ہے۔آپؑ فرماتے ہیں:

''اگر کوئی تم میں سے خدا سے محبّت کر کے اس کی راہ میں مال خرچ کرے گا تو مَیں یقین رکھتا ہوں کہ اس کے مال میں بھی دوسروں کی نسبت زیادہ برکت دی جائے گی کیونکہ مال خود بخود نہیں آتا بلکہ خدا کے ارادہ سے آتا ہے۔پس جو شخص خدا کے لئے بعض حصہ مال کا چھوڑتا ہے وہ ضرور اسے پائے گا۔لیکن جو شخص مال سے محبّت کر کے خدا کی راہ میں وہ خدمت بجا نہیں لاتا جو بجا لانی چاہئے تو وہ ضرور اس مال کو کھوئے گا''۔

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ 497-498)

نیز فرماتے ہیں:

''اصل رازق خدا تعالیٰ ہے۔وہ شخص جو اس پر بھروسہ کرتا ہے کبھی رزق سے محروم نہیں رہ سکتا۔وہ ہر طرح سے اور ہر جگہ سے اپنے پر توکل کرنے والے شخص کے لئے رزق پہنچاتا ہے۔خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو مجھ پر بھروسہ کرے اور توکل کرے میں اس کے لئے آسمان سے برساتا اور قدموں میں سے نکالتا ہوں۔پس چاہئے کہ ہر ایک شخص خدا تعالیٰ پر بھروسہ کرے''۔

(ملفوظات جلد 9 صفحہ 360)

انسان بالطبع نمونہ کا محتاج ہے اور دوسروں کے نیک نمونوں سے اس کے دل میں بھی نیکی کی تمنائیں بیدار ہوتی اور اسے بھی اسی رنگ میں رنگین ہونے پر مستعد کرتی ہیں۔رسول پاک ﷺ نے بھی فرمایا ہے کہ وہ شخص حقیقت میں بہت ہی سعادت مند ہے جو دوسروں کے نیک نمونوں سے نصیحت پکڑتا ہے۔اس پر حکمت اصول کی روشنی میں مالی قربانیوں کے چند نمونے قارئین کی خدمت میں پیش ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ہی صحابہ کرام نے مالی تحریکات پر لبیک کہتے ہوئے عظیم الشان قربانیاں کیں جن میں سے بعض کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتب میں بھی ذکر کیا ہے۔آپؑ فرماتے ہیں:

''مَیں اپنی جماعت کے محبّت اور اخلاص پر تعجّب کرتا ہوں کہ ان میں سے نہایت ہی کم معاش والے جیسے میاں جمال الدین اور خیر الدین اور امام الدین کشمیری میرے گاؤں سے قریب رہنے والے ہیں۔وہ تینوں غریب بھائی بھی جو شاید تین آنہ یا چار آنہ روز مزدوری کرتے ہیں۔سرگرمی سے ماہواری چندہ میں شریک ہیں۔ان کے دوست میاں عبدالعزیز پٹواری کے اخلاص سے بھی مجھے تعجّب ہے کہ وہ باوجود قلت معاش کے ایک دن سو روپیہ دے گیا کہ میں چاہتا ہوں کہ خدا کی راہ میں خرچ ہو جائے۔وہ سو روپیہ شاید اس غریب نے کئی برسوں میں جمع کیا ہو گا۔مگر لِلّٰہی جوش نے خدا کی رضا کا جوش دلایا''۔

(ضمیمہ انجام آتھم۔روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 313-314)

اسی طرح اکتوبر 1899ء میں اپنے اشتہار بعنوان ''جلسہ الوداع'' میں وفد نصیبین کے اخراجات کے متعلق صحابہ کی قربانیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''منشی عبدالعزیز صاحب پٹواری ساکن اوجلہ ضلع گورداسپور نے باوجود قلت سرمایہ کے ایک سو پچیس روپے دیئے ہیں۔میاں جمال الدین کشمیر ساکن سیکھواں ضلع گورداسپور اور ان کے دو برادر حقیقی میاں امام الدین اور میاں خیر الدین نے پچاس روپے دیئے ہیں۔ان چاروں صاحبوں کے چندہ کا معاملہ نہایت عجیب اور قابل رشک ہے کہ وہ دنیا کے مال سے نہایت ہی کم حصہ رکھتے ہیں گویا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرح جو کچھ گھروں میں تھا وہ سب لے آئے ہیں اور دین کو دنیا پر مقدّم کیا جیسا کہ بیعت میں شرط تھی''۔(مجموعہ اشتہارات جلد 3 صفحہ 166)

اسی طرح بالکل ابتدائی زمانہ کی بات ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک اشتہار شائع کرنے کے لئے ساٹھ روپے کی ضرورت تھی۔آپ نے حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلویؓ جو اتفاق سے اس وقت قادیان آئے ہوئے تھے، سے فرمایا کہ ضرورت فوری ہے۔کیا ممکن ہے کہ آپ کی جماعت اس ضرورت کو پورا کر سکے؟ حضرت منشی صاحبؓ نے حامی بھر لی اور سیدھے کپورتھلہ اپنے گھر گئے۔اپنی بیوی کی رضامندی سے زیور بیچ کر فوری طور پر مطلوبہ رقم لا کر حضورؑ کی خدمت میں رقم پیش کر دی۔چند روز بعد حضرت منشی اروڑے خان صاحبؓ ملنے آئے اور حضورؑ نے کپورتھلہ جماعت کا شکریہ ادا کیا کہ آپ لوگوں نے بہت بروقت مدد کی۔اس پر یہ راز کھلا کہ حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ نے تو جماعت کے کسی دوست سے اس کا ذکر تک نہیں کیا۔روایت میں آتا ہے کہ حضرت منشی اروڑے خان صاحبؓ کو مالی خدمت کے اس نادر موقع سے محرومی کا اس قدر شدید قلق تھا کہ آپ کافی عرصہ تک

حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ سے ناراض رہے۔ کیا شان ہے اس ناراضگی کی۔ وجہ صرف یہ تھی کہ سارا ثواب آپ نے ہی لے لیا اور ہمیں اس ثواب میں حصہ دار نہ بنایا۔
(اصحاب احمد جلد 4 صفحہ 97،98)

حضرت میاں شادی خان صاحبؓ سیالکوٹ سے تعلق رکھتے تھے۔ تنگدست تھے لیکن دل کے بادشاہ تھے۔ ایک موقع پر اپنے گھر کا سارا سازوسامان فروخت کر کے ڈیڑھ سو روپیہ کے بعد مزید دو سو روپے حضور کی خدمت میں پیش کر دئے۔ اس زمانہ کے لحاظ سے یہ بہت بڑی قربانی تھی۔ حضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے ایک مجلس میں اس پر اظہار خوشنودی کرتے ہوئے فرمایا کہ میاں شادی خان نے تو اپنا سب کچھ پیش کر دیا۔ اور ''درحقیقت وہ کام کیا جو حضرت ابوبکرؓ نے کیا تھا''۔ (مجموعہ اشتہارات جلد 3 صفحہ 315) میاں شادی خانؓ نے سنا تو سیدھے گھر گئے۔ ہر طرف نظر دوڑائی۔ سارا گھر خالی ہو چکا تھا صرف چند چارپائیاں باقی تھیں۔ فوری طور پر ان سب کو بھی فروخت کر ڈالا اور ساری رقم لا کر حضور کے قدموں میں ڈال دی اور حضور کے منہ سے نکلی ہوئی بات لفظاً لفظاً پوری کر دی۔ اور پھر دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس فدائی خادم کو کیسے نوازا۔ ان کی وفات ہوئی تو ان کی آخری آرام گاہ بہشتی مقبرہ میں ایسی جگہ بنی جو حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کے مزار مبارک سے چند گز کے فاصلہ پر تھی اور بعدازاں مقدّس چاردیواری کے اندر آ گئی۔

حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کے صحابہ میں مالی قربانیوں کا جذبہ ایسا راسخ ہو چکا تھا کہ اس کے نئے سے نئے انداز اختیار فرماتے۔ حضرت سائیں دیوان شاہ صاحبؓ اپنے بار بار قادیان آنے کی وجہ یوں بیان کرتے ہیں:

''مَیں چونکہ غریب ہوں۔ چندہ تو دے نہیں سکتا۔ قادیان جاتا ہوں تاکہ مہمان خانہ کی چارپائیاں بُن آؤں اور میرے سر سے چندہ اُتر جائے''۔
(الفضل انٹرنیشنل 27 جنوری 2012ء صفحہ 6)

مال ہو تو اس کی طلب اور خواہش کے باوجود دینی ضروریات کو مقدم کرنا اور راہ خدا میں خرچ کرنا یقیناً بہت ہمت کی بات ہے اور ثواب عظیم کا موجب۔ لیکن مالی تنگی کے باوجود خدا کی راہ میں خرچ کرنا بلکہ اپنا سب کچھ پیش کر دینا واقعی صبر اور قربانی کا انتہائی بلند مقام ہے۔ حضرت بابو فقیر علی صاحبؓ امرتسر میں تھے کہ حضور کی طرف سے چندہ لینے والے پہنچ گئے۔ نقد رقم تو موجود نہ تھی۔ آپ کے پاس کنستر میں اس وقت صرف آدھ سیر کے قریب آٹا تھا۔ آپ نے وہی پیش کر دیا اور وہ ساری رات آپ اور آپ کے اہل و عیال نے فاقہ سے گزار دی۔
(الفضل 18 جنوری 1977ء)

جماعت احمدیہ میں بعض ایسی شخصیات بھی گزری ہیں جن کی مالی قربانیاں اس حد تک بڑھی ہوئی تھیں کہ حضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے فرمایا تھا کہ اب انہیں مزید مالی قربانیوں کی ضرورت نہیں۔ انہی میں سے ایک بزرگ شخصیت حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشیدالدین صاحبؓ بھی تھے جن کے بارہ میں حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا:

''حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشیدالدین صاحب رضی اللہ عنہ کی قربانیاں اس قدر بڑھی ہوئی تھیں کہ حضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے ان کو تحریری سند دی کہ آپ نے سلسلہ کے لیے اس قدر مالی قربانی کی ہے کہ آئندہ آپ کو قربانی کی ضرورت نہیں۔ حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کا وہ زمانہ مجھے یاد ہے جبکہ آپ پر مقدمہ گورداسپور میں ہو رہا تھا اور اس میں روپیہ پیسہ کی ضرورت تھی۔ حضرت صاحب نے دوستوں میں تحریک بھیجی کہ چونکہ اخراجات بڑھ رہے ہیں۔ لنگر خانہ دو جگہ پر ہو گیا ہے۔ ایک قادیان میں اور ایک یہاں گورداسپور میں اس کے علاوہ اور مقدمہ پر خرچ ہو رہا ہے لہٰذا دوست امداد کی طرف توجہ کریں۔ جب حضرت صاحب کی یہ تحریک ڈاکٹر صاحب کو پہنچی تو اتفاق ایسا ہوا کہ اس دن ان کو تنخواہ قریباً 450 روپے ملی تھی وہ ساری کی ساری تنخواہ اسی وقت حضرت صاحب کی خدمت میں بھیج دی۔ ایک دوست نے سوال کیا کہ آپ کچھ رقم گھر کی ضرورت کے لیے رکھ لیتے تو انہوں نے کہا کہ خدا کا مسیح لکھتا ہے کہ دین کے لیے ضرورت ہے تو پھر اور کس کے لیے رکھ سکتا ہوں؟''۔
(تقریر جلسہ سالانہ 27 دسمبر 1926ء انوار العلوم جلد 9 صفحہ نمبر 403)

مالی قربانی کی عظمت کا معیار اس کی مقدار نہیں بلکہ وہ خلوص، جذبہ اور نیّت ہے جس سے وہ قربانی پیش کی جاتی ہے۔ حضرت مرزا عبدالحق صاحب مرحوم ایڈووکیٹ سرگودھا نے ایک احمدی سقّہ کا یہ واقعہ بارہا بیان فرمایا کہ اس کا کام شہر کی نالیاں صاف کرنے والے کارکنان کے لئے اپنی مشک سے پانی ڈالنا تھا۔ اس کی ماہانہ آمد (اس زمانہ میں) صرف 32 روپے بنتی تھی۔ وہ اس آمد میں سے ہر ماہ 20 روپے بڑی باقاعدگی سے بطور چندہ ادا کرتا تھا اور باقی صرف 12 روپے میں اپنے خاندان کا گزارہ کرتا تھا۔ لاریب قربانی کا یہ معیار بہت ہی قابل رشک ہے اور بہتوں کے لئے درس نصیحت ہے۔

عُشّاقِ اسلام و احمدیت کی یہ قربانیاں اور ان کی فدائیت کے یہ ایمان افروز نمونے ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔ اب ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم بھی مالی قربانی کی ان راہوں پر پوری وفا کے ساتھ آگے سے آگے بڑھتے چلے جائیں۔ ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ یہ دنیا عارضی اور چند روزہ ہے۔ ہم میں سے ہر ایک نے ایک دن اس عارضی ٹھکانہ کو چھوڑ کر آخرت کا سفر اختیار کرنا ہے۔ سوچنے اور فکر کرنے کی بات یہ ہے کہ ہم نے سفر آخرت کے لئے کیا زادِ راہ اختیار کیا ہے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے کیا خوب فرمایا ہے:

یہ زر و مال تو دنیا ہی میں رہ جائیں گے
حشر کے روز جو کام آئے وہ زر پیدا کر

پس عقلمند اور کامیاب وہ شخص ہے جو اس فانی دولت کو راہ خدا میں قربان کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا کی ابدی اور لازوال دولت خرید لیتا ہے اور اس وسوسہ میں کبھی مبتلا نہیں ہوتا کہ مال خرچ کرنے سے دولت کم ہو جاتی ہے۔ حضرت مسیح موعودعلیہ السلام ایک فارسی شعر میں فرماتے ہیں:

ز بذلِ مال در راہش کسے مفلس نمی گردد
خدا خود مے شود ناصر اگر ہمت شود پیدا

خدائے رحمان و رحیم کی جنتِ نعیم کے ہر طلبگار کا فرض ہے کہ وہ صادق الوعد خدا کے وعدوں پر کامل یقین رکھتے ہوئے مالی قربانیوں کے سب میدانوں میں اس شان سے آگے سے آگے بڑھتا چلا جائے کہ اسی زندگی میں خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ خوشخبری سن لے کہ

فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ

مالی قربانی کی راہیں

مکرم طارق محمود صاحب، سیکرٹری مال جرمنی

اس مضمون کی گزشتہ قسط (مطبوعہ اخبار احمدیہ جون 2023ء) میں زکوۃ کا تفصیلی تعارف ہو چکا ہے، اس قسط میں فطرانہ، حصہ آمد، حصہ جائیداد، چندہ عام، چندہ جلسہ سالانہ، چندہ شرط اول اور چندہ اعلان وصیّت کا مختصر تعارف کروایا جائے گا۔

فطرانہ

فطرانہ کے لئے حدیث رسولؐ میں فرمائے گئے صدقۃالفطر اور زکوۃ الفطر کے الفاظ آئے ہیں۔ اور اس سے مراد وہ مالی قربانی ہے جسے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عیدالفطر کی خوشی میں ہر چھوٹے بڑے مسلمان مرد عورت حتی کہ نوزائیدہ بچہ پر بھی فرض قرار دیا ہے اور اس کی ادائیگی نماز عید سے پہلے لازمی قرار دی ہے۔ اس کا مقصد معاشرہ کے غرباء اور مساکین اور دیگر مستحقین کو بھی عید کی خوشیوں میں شامل کرنا ہے۔

فطرانہ کی شرح ایک صاع یعنی قریباً اڑھائی کلو غلہ یا اس کی قیمت ہے، اگر کوئی پوری شرح سے فطرانہ کی ادائیگی کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو نصف شرح سے بھی ادائیگی کر سکتا ہے۔ (صحیح بخاری۔ کتاب الزکاۃ۔ بابُ فرضِ صدقۃِ الفِطر)

اس اصولی شرح کے مطابق اپنے اپنے علاقے اور حالات کے مطابق ہر سال فطرانہ کی شرح مقامی سکہ میں مقرر کی جاتی ہے۔ امسال جرمنی میں یہ شرح 6 یورو فی کس تھی۔

چندہ عام

چندہ عام وہ لازمی اور بنیادی چندہ ہے جسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان الفاظ میں مقرر فرمایا تھا:

’’سوائے اسلام کے ذی مقدرت لوگو! دیکھو! میں یہ پیغام آپ لوگوں تک پہنچا دیتا ہوں کہ آپ لوگوں کو اس اصلاحی کارخانہ کی جو خداتعالیٰ کی طرف سے نکلا ہے اپنے سارے دل اور ساری توجہ اور سارے اخلاص سے مدد کرنی چاہئیے اور اس کے سارے پہلوؤں کو بنظر عزّت دیکھ کر بہت جلد حق خدمت ادا کرنا چاہیئے۔ جو شخص اپنی حیثیت کے موافق کچھ ماہواری دینا چاہتا ہے وہ اس کو حق واجب اور دَین لازم کی طرح سمجھ کر خود بخود ماہوار اپنی فکر سے ادا کرے اور اس فریضہ کو خالصۃً للہ نذر مقرر کر کے اُس کے ادا میں تخلّف یا سہل انگاری کو رَوا نہ رکھے۔ اور جو شخص یکمشت امداد کے طور پر دینا چاہتا ہے وہ اسی طرح ادا کرے لیکن یاد رہے کہ اصل مدّعا جس پر اس سلسلہ کے بلاانقطاع چلنے کی امید ہے وہ یہی انتظام ہے کہ سچے خیرخواہ دین کے اپنی بضاعت اور اپنی بساط کے لحاظ سے ایسی سہل رقمیں ماہواری کے طور پر ادا کرنا اپنے نفس پر ایک حتمی وعدہ ٹھہرا لیں جن کو بشرط نہ پیش آنے کسی اتفاقی مانع کے بآسانی ادا کر سکیں۔ ہاں جس کو اللہ جلّشانہ توفیق اور انشراح صدر بخشے وہ علاوہ اس ماہواری چندہ کے اپنی وسعت ہمّت اور اندازہ مقدرت کے موافق یک مشت کے طور پر بھی مدد کر سکتا ہے‘‘۔

(فتح اسلام۔ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 34)

’’ہر ایک شخص جو اپنے تئیں بیعت شدوں میں داخل سمجھتا ہے اُس کے لئے اب وقت ہے کہ اپنے مال سے بھی اس سلسلہ کی خدمت کرے۔ جو شخص ایک پیسہ کی حیثیت رکھتا ہے وہ سلسلہ کے مصارف کے لئے ماہ بماہ ایک پیسہ دیوے اور جو شخص ایک روپیہ ماہوار دے سکتا ہے وہ ایک روپیہ ماہوار ادا کرے‘‘۔

(کشتی نوح۔ روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 83)

’’اب چاہئے کہ ہر ایک شخص سوچ سمجھ کر اس قدر ماہواری چندہ کا اقرار کرے جس کو وہ دے سکتا ہے۔ گو ایک پیسہ ماہواری ہو۔ مگر خدا کے ساتھ فضول گوئی اور دروغ گوئی کا برتاؤ نہ کرے۔ ہر ایک شخص جو مرید ہے اس کو چاہئے جو اپنے نفس پر کچھ ماہواری مقرر کر دے۔ خواہ ایک پیسہ ہو اور خواہ ایک دھیلہ اور جو شخص کچھ بھی مقرر نہیں کرتا اور نہ جسمانی طور پر اس سلسلہ کے لئے کچھ بھی مدد دے سکتا ہے وہ منافق ہے، اب اس کے بعد وہ سلسلہ میں رہ نہیں سکے گا۔ اس اشتہار کے شائع ہونے سے تین ماہ تک ہر ایک بیعت کرنے والے کے جواب کا انتظار کیا جائے گا کہ وہ کیا کچھ ماہواری چندہ اس سلسلہ

کی مدد کے لئے قبول کرتا ہے۔ اور اگر تین ماہ تک کسی کا جواب نہ آیا تو سلسلہ بیعت سے اس کا نام کاٹ دیا جائے گا اور مشتہر کر دیا جائے گا۔ اگر کسی نے ماہواری چندہ کا عہد کر کے تین ماہ تک چندہ کے بھیجنے سے لاپروائی کی اس کا نام بھی کاٹ دیا جائے گا۔ اور اس کے بعد کوئی مغرور اور لاپرواہ جو انصار میں داخل نہیں اس سلسلہ میں ہرگز نہیں رہے گا''۔ (مجموعہ اشتہارات جلد 3 صفحہ 469-468)

حضور علیہ السلام کے ان ارشادات کی روشنی میں چندہ عام ہر کمانے والے احمدی کے لئے ضروری قرار دیا گیا ہے۔ ابتداء میں جیسا کہ مندرجہ بالا اقتباسات میں بیان ہوا ہے، اس کی کوئی شرح مقرر نہ تھی تاہم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت کے ابتدائی سالوں میں اس کے لئے آنہ روپیہ یعنی 1/16 کی شرح مقرر فرمائی۔ تب سے جماعت میں یہی شرح چلتی چلی آرہی ہے۔

ایسے احمدی احباب جو اپنی کسی کمزوری یا مجبوری کی بناء پر پوری شرح سے اس چندہ کی ادائیگی ممکن نہ پاتے ہوں، وہ اپنے حالات اور اپنی پوری آمد تحریر کر کے حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے رعایت شرح لے سکتے ہیں۔ بجٹ میں رعایت شرح والے احباب کی پوری آمد درج کی جائے اور کیفیت کے خانہ میں رعایت شرح کا حوالہ دیا جائے۔ رعایت شرح ایک سال کے لیے ہوتی ہے۔ ہر سال رعایت شرح کے لیے الگ درخواست دینی ضروری ہے۔

چندہ حصہ جائیداد

موصیان اپنی جائیداد کی قیمت کی تشخیص کے بعد اس پر جو چندہ حسب شرح وصیت ادا کرتے ہیں اسے چندہ حصہ جائیداد کہتے ہیں۔ اس کی تاریخ اس طرح سے ہے کہ 20 دسمبر 1905ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے رسالہ الوصیت تصنیف فرمایا جس میں نظام وصیت کے قیام و اجراء کا اعلان تھا۔ اس کی شرائط میں یہ امر شامل تھا:

"تمام جماعت میں سے اس قبرستان میں وہی مدفون ہوگا جو یہ وصیت کرے جو اس کی موت کے بعد دسواں حصہ اس کے تمام ترکہ کا حسب ہدایت اس سلسلہ کے اشاعت اسلام اور تبلیغ احکام قرآن میں خرچ ہوگا''۔

(رسالہ الوصیت صفحہ 18 طبع اوّل)

چنانچہ نظام وصیّت میں شامل ہونے والے ہر اُس فرد جماعت کے لئے یہ چندہ ادا کرنا لازمی قرار پایا جس کی کوئی جائیداد ہو۔

حصہ آمد

نظام وصیت کے انتظام و انصرام کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک مجلس معتمدین مقرر فرمائی جس کا پہلا اجلاس مؤرخہ 29 جنوری 1906ء کو منعقد ہوا۔ اس میں بہت سے امور کے ساتھ یہ بھی فیصلہ ہوا:

"جو احباب کوئی جائیداد نہیں رکھتے مگر آمدنی کی کوئی سبیل رکھتے ہیں وہ اپنی آمدنی کا کم از کم 1/10 حصہ ماہوار انجمن کے سپرد کریں''۔

(رسالہ الوصیّت، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 332)

اس اجلاس کی رپورٹ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں پیش کی گئی تو آپؑ نے اس کی توثیق فرماتے ہوئے اس پر دستخط فرمائے اور اس طرح سے یہ چندہ ایک قاعدہ کی شکل اختیار کر گیا۔ چنانچہ حضورؑ کی وفات کے بعد خلافت اولیٰ اور ثانیہ کے اوائل تک یہی طریق رہا کہ وصیت کرنے کی صورت میں حصّہ آمد (یعنی آمد کا دسواں حصہ) وصیت کرنے والے صرف ایسے افراد پر واجب الادا ہوتا جن کی کوئی جائیداد نہ ہوتی۔ پھر 1935ء کی مجلس شوریٰ میں ایک تجویز آئی کہ وصیت کرنے والے ہر فرد جماعت کو اپنی آمد پر بھی چندہ ادا کرنا چاہئے۔ اس تجویز کو سب کمیٹی نے مندرجہ ذیل الفاظ میں ڈھال کر مجلس شوریٰ میں پیش کیا:

"جو شخص وصیت کرے اسے اپنی ہر قسم کی آمد کی بھی وصیت کرنی چاہئے۔ اور یہ قاعدہ پہلی وصیتوں پر بھی حاوی ہوگا۔ مگر اس قاعدہ کی رو سے پہلے کی وصیتوں پر گزشتہ بقایا کا مطالبہ قائم نہ ہوگا کیونکہ اس کا ادا کرنے مشکل ہوگا۔''

(خطابات شوریٰ جلد اوّل صفحہ 636 مجلس مشاورت 1935ء)

سب کمیٹی کی طرف سے یہ تجویز پیش کئے جانے کے بعد طویل بحث ہوئی اور اس کے بعد کثرت رائے کے حق میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے فیصلہ دیتے ہوئے اسے منظور فرمایا۔ اس طرح سے جماعت میں چندہ حصہ آمد لازمی چندہ کے طور پر نافذ ہوگیا۔

اگرچہ چندہ حصّہ آمد کی کم از کم شرح 1/10 ہے تاہم اسے 1/3 تک بڑھایا جاسکتا ہے۔ اس چندہ کی ادائیگی موصی اپنی آمد کے مطابق ماہانہ کرے گا۔ لیکن جن موصیان کی آمد ماہانہ کی بجائے سہ ماہی، ششماہی یا سالانہ ہو وہ آمد ہونے پر اپنی وعدہ کردہ شرح کے مطابق چندہ ادا کریں۔ جس موصی پر وصیت کا چندہ واجب ہو جائے اور وہ چھ ماہ تک ادائیگی نہ کرے تو مجلس کارپرداز اس کی وصیت منسوخ کرسکتی ہے۔ البتہ بحالت مجبوری وکالت مال ثانی کے توسط سے مجلس کارپرداز سے مہلت کی درخواست کی جاسکتی ہے۔

چندہ حصہ آمد (وصیت) کی معافی نہیں ہوسکتی۔ ایسی صورت میں کہ موصی شرح کے مطابق وصیت ادا نہ کرسکے، اسے بامر مجبوری وصیت منسوخ کروالینی چاہیے اور چندہ عام ادا کرنا چاہیے۔

چندہ جلسہ سالانہ

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جلسہ سالانہ کا اجراء فرمایا تو ابتداءً اس کے انتظامات حضورؑ کے گھر سے ہی ہوتے رہے۔ پھر یہ سلسلہ ترقی پذیر ہوا تو آپؑ نے اس کے لئے چندہ کی تحریک بھی فرمائی۔ حضورؑ کے زمانے میں اس کی کوئی باقاعدہ صورت نہ تھی تاہم بعد میں اس کی شرح ماہوار آمد پر 15 فیصد بھی مقرر ہوئی۔ 1938ء کی مجلس مشاورت میں اس چندہ کو لازمی چندہ کے طور پر مقرر کئے جانے کی تجویز پیش ہوئی تو حضور خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اس پر مندرجہ ذیل ارشاد فرمایا:

''میرا خیال ہے آج تک اس امر کو واضح نہیں کیا گیا کہ ہر سال بقایا رہ جاتا ہے۔ اور جلسہ کے اخراجات پورے نہیں ہوتے۔ اگر یہ طے کر لیا جاتا کہ چندہ عام سے ہی جلسہ سالانہ کے اخراجات پورے کر لیے جائیں

گے تو اس صورت میں بے شک چندہ جلسہ سالانہ کی تحریک کو ایک معمولی بات سمجھا جاتا اور کہا جاتا کہ اس کی ویسی ہی مثال ہے جیسے کہتے ہیں جاتے چور کی لنگوٹی ہی سہی۔ مگر جہاں تک مجھے علم ہے چندہ جلسہ سالانہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ سے ہی شروع ہے۔ بعض دوستوں نے غلطی سے یہ سمجھا ہے کہ یہ چندہ عام کا ہی ایک حصہ ہے جسے الگ کر دیا گیا ہے حالانکہ مجھے ایک مثال بھی ایسی یاد نہیں جب چندہ جلسہ سالانہ کے لیے الگ تحریک نہ کی گئی ہو۔ تو یہ چندہ نہایت ہی پرانے چندوں میں سے ہے۔...

پس جہاں مَیں سب کمیٹی کی یہ تجویز منظور کرتا ہوں کہ آئندہ چندہ جلسہ سالانہ لازمی ہوگا وہاں بجائے پندرہ فیصدی کے مَیں دس فیصدی مقرر کرتا ہوں۔... مگر دس فیصدی کا یہ مطلب نہیں کہ جو پندرہ فیصدی دے سکتا ہے وہ بھی نہ دے۔ جو شخص پندرہ فیصدی چندہ دیتا ہے اس کا خدا کے پاس اجر ہے اور ہم اس کے اجر کے رستہ میں روک نہیں بن سکتے۔ پس اس شرح میں اگر کوئی شخص خوشی سے زیادتی کرنا چاہے تو وہ ہر وقت کرسکتا ہے۔ لیکن وہ لوگ جو دس فیصدی چندہ نہیں دیتے انہیں ہم مجبور کریں گے کہ وہ دس فیصدی چندہ ضرور دیں''۔

(رپورٹ مجلس مشاورت 1938ء)

مجلس مشاورت 1943ء کے موقعہ پر حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا:

''حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جلسہ سالانہ کو ایک مستقل کام قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ خداتعالیٰ کے حکم سے یہ سلسلہ جاری کیا گیا ہے پس اگر چندہ جلسہ سالانہ کو الگ رکھا جائے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس زور دینے کی وجہ سے کہ ہمارا جلسہ سالانہ دوسرے لوگوں کے جلسوں کی طرح نہیں، مومنوں کا اس چندہ میں حصہ لینا ان کے ایمانوں کو ہمیشہ تازہ کرنے کا موجب بنتا رہے گا''۔

حصہ آمد یا چندہ عام ادا کرنے والے احباب اپنی سالانہ آمد کا 1/20 ایک سو بیسواں حصہ یا ایک ماہ کی آمد کا دسواں حصہ سال میں ایک دفعہ چندہ جلسہ سالانہ کی صورت میں ادا کرتے ہیں۔ اگر کسی دوست نے چندہ عام میں رعایت شرح حاصل کی ہو تو چندہ جلسہ سالانہ میں بھی اسی تناسب سے رعایت متصور ہوگی اس کیلئے الگ درخواست دینے کی ضرورت نہ ہوگی۔

چندہ شرط اوّل

یہ چندہ شرائط وصیت کی پہلی شرط پر ہے اس لیے اسے چندہ شرط اوّل کہتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: سو پہلی شرط یہ ہے کہ ہر ایک شخص جو اس قبرستان میں مدفون ہونا چاہتا ہے وہ اپنی حیثیت کے لحاظ سے ان مصارف کے لیے چندہ داخل کرے اور یہ چندہ محض انہیں لوگوں سے طلب کیا گیا ہے نہ دوسروں سے لیکن اگر خدا نے چاہا تو یہ سلسلہ ہم سب کی موت کے بعد بھی جاری رہے گا۔ اس صورت میں ایک انجمن چاہیئے۔ کہ ایسی آمدنی کا روپیہ جو وقتاً وقتاً جمع ہوتا رہے گا اعلائے کلمہ اسلام اور اشاعت توحید میں جس طرح مناسب سمجھیں خرچ کریں''۔

(رسالہ الوصیت - روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 318)

چندہ اعلان وصیت

چندہ اعلان وصیت حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

ہر ایک صاحب جو شرائط رسالہ الوصیت کی پابندی کا اقرار کریں۔ ضروری ہوگا کہ وہ ایسا اقرار کم سے کم دو گواہوں کی ثبت شہادت کے ساتھ اپنے زمانہ قائمی ہوش وحواس میں انجمن کے حوالہ کریں اور تصریح سے لکھیں کہ وہ اپنی کل جائیداد منقولہ وغیرمنقولہ کا دسواں حصہ اشاعت اغراض سلسلہ احمدیہ کے لیے بطور وصیت یا وقف دیتے ہیں۔ اور ضروری ہوگا کہ وہ کم سے کم دو اخباروں میں اس کو شائع کر دیں''۔

(رسالہ الوصیت - روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 323)

امسال جلسہ سالانہ جرمنی 23-25 اگست 2024ء Mending میں منعقد ہو رہا ہے، ان شاء اللہ۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مندرجہ ذیل مقررین وعناوین کی منظوری عطا فرمائی ہے۔

عنوان	مقرر	بزبان
خلافت کی خدائی تائید	مکرم منیر احمد جاوید صاحب، پرائیوٹ سیکرٹری حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز	اردو
مَیں خدا کو کیسے پا سکتا ہوں؟	مکرم صمد غوری صاحب، مبلغ سلسلہ البانیہ	اردو
آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم: روحانی ارتقاء کا معراج	مکرم صداقت احمد صاحب، مبلغ انچارج جرمنی	اردو
مومنین کے درمیان محبّت و بھائی چارہ	مکرم طاہر احمد صاحب، مربی سلسلہ وسیکرٹری تربیت جرمنی	اردو
قرآن کو مہجور کی طرح مت چھوڑو	مکرم حفیظ اللہ بھروانہ صاحب، مربی سلسلہ و استاد جامعہ احمدیہ جرمنی	اردو
مادیت کے زمانہ میں خوفِ خدا	مکرم عبداللہ واگس ہاؤزر صاحب، امیر جماعت احمدیہ جرمنی	جرمن
غیرمنصفانہ دنیا میں انصاف کا قیام	مکرم شرجیل احمد خالد صاحب، مربی سلسلہ جرمنی	جرمن
ہم آہنگ عائلی زندگی	مکرم سعید احمد عارف صاحب، مربی سلسلہ جرمنی	جرمن
میرا ایمان، میری پہچان	مکرم عدیل احمد خالد صاحب، مربی سلسلہ جرمنی	جرمن

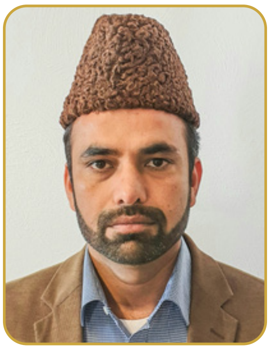

حرمت والے مہینے اور حج

مکرم رحمت اللہ بندیشہ صاحب۔ استاد جامعہ احمدیہ جرمنی

قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے حرمت والے مہینوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوۡرِ عِنۡدَ اللّٰهِ اثۡنَا عَشَرَ شَهۡرًا فِىۡ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوۡمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ مِنۡهَاۤ اَرۡبَعَةٌ حُرُمٌ ؕ ذٰ لِكَ الدِّيۡنُ الۡقَيِّمُ ۔ (التوبہ: 36)

ترجمہ: یقیناً اللہ کے نزدیک، جب سے اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، اللہ کی کتاب میں مہینوں کی گنتی بارہ مہینے ہی ہے۔ اُن میں سے چار حرمت والے ہیں۔ یہی قائم رہنے والا اور قائم رکھنے والا دین ہے۔

ان چار حرمت والے مہینوں کی تعیین رسول اللہ ﷺ نے اس طرح فرمائی ہے کہ ''سال بارہ مہینہ کا ہے۔ ان میں سے چار مہینے معزز ہیں، تین یکے بعد دیگرے، ذوالقعدہ، ذوالحج اور محرم جبکہ چوتھا مضر کا رَجَب جو کہ جمادی اور شعبان کے درمیان ہے''۔

(بخاری، کتاب المغازی، باب حَجَّةُ الوداع۔ حدیث نمبر 4406)

حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے زمانہ سے یہ دستور چلا آرہا تھا کہ لوگ دور دراز سے حج کے لیے ذوالقعدہ، ذوالحج اور محرم میں آنے جانے کا سفر کرتے تھے اور رَجب جو سال کے درمیان میں ایک مہینہ ہے اس میں ایک اور موقع فراہم ہو جاتا ہے تا جو عمرہ کی غرض سے سفر کرنا چاہیں وہ آسانی سے امن کے ساتھ سفر کر سکیں۔ ان مہینوں کو حرمت والے مہینے اس لئے کہا جاتا تھا کہ ان مہینوں کے دوران سفر حج کے لئے امن قائم کیا جاتا اور حج کے احترام میں تمام عرب باہمی لڑائیوں کو موقوف کر دیتے تھے۔ بعض دفعہ جب ان کے نزدیک لڑائی ناگزیر ہوتی تو وہ ان مہینوں کو بعض دوسرے مہینوں سے پھیرا لیتے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے ذریعہ ختم کروایا۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے کہ یقیناً نَسِیٓء کفر میں ایک اضافہ ہے۔ اس سے اُن لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا گمراہ کر دیا جاتا ہے۔ کسی سال تو وہ اُسے جائز قرار دیتے ہیں اور کسی سال اُسے حرام قرار دیتے ہیں تا کہ اس کی گنتی پوری رکھیں جسے اللہ نے حُرمت والا قرار دیا ہے، تا کہ وہ اُسے جائز بنا دیں جسے اللہ نے حرام کیا ہے۔ ان کے لئے ان کے اعمال کی برائی خوبصورت کر کے دکھائی گئی ہے اور اللہ کافر قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔ (التوبہ: 37)

تفسیر ابن کثیر میں لکھا ہے کہ ''قرآن کریم فرماتا ہے کہ ان بارہ ماہ میں چار حرمت والے ہیں۔ جاہلیت کے عرب بھی انہیں حرمت والے مانتے تھے... حضور ﷺ کے فرمان میں رَجَب کو قبیلہ مضر کی طرف اضافت کرنے کی وجہ یہ ہے کہ جس مہینے کو وہ رَجب مہینہ شمار کرتے تھے دراصل وہی رجب کا مہینہ عنداللہ بھی تھا۔ جو جمادی الآخر اور شعبان کے درمیان میں ہے۔ قبیلہ ربیعہ کے نزدیک رَجب شعبان اور شوال کے درمیان کے مہینے یعنی رمضان کا نام تھا۔ پس حضور ﷺ نے کھول دیا کہ حرمت والا رَجب مضر کا ہے نہ کہ ربیعہ کا۔ ان چار ذی حرمت مہینوں میں سے تین پے در پے اس مصلحت سے ہیں کہ حاجی ذوالقعدہ کے مہینے میں نکلے تو اس وقت لڑائیاں مار پیٹ جنگ و جدال قتل و قتال بند ہو، لوگ اپنے گھروں میں بیٹھے ہوئے ہوں، پھر ذی الحجہ میں احکام حج کی ادائیگی امن و امان عمدگی اور شان سے ہو جائے۔ پھر وہ ماہ محرم کی حرمت میں واپس گھر پہنچ جائے۔ سال کے درمیان میں رَجب کو حرمت والا بنانے کی غرض یہ ہے کہ زائرین اپنے طواف بیت اللہ کے شوق کو عمرے کی صورت میں ادا کر لیں گو دور دراز علاقوں والے ہوں وہ بھی مہینہ بھر میں آمد و رفت کریں یہی اللہ کا سیدھا اور سچا دین ہے۔ پس اللہ کے فرمان کے مطابق تم ان پاک مہینوں کی حرمت کرو۔ ان میں خصوصیت کے ساتھ گناہوں سے بچو۔ اس لئے کہا اس میں گناہوں کی برائی اور بڑھ جاتی ہے جیسے کہ حرم شریف کا گناہ اور جگہ کے گناہ سے بڑھ جاتا ہے۔ فرمان ربانی ہے کہ جو حرم میں الحاد کا ارادہ کرے ہم اسے دردناک عذاب دیں گے اسی طرح سے ان محترم مہینوں میں کیا ہوا گناہ اور دنوں میں کئے ہوئے گناہوں سے بڑھ جاتا ہے''۔ (تفسیر ابن کثیر اردو ترجمہ۔ جلد نمبر 2 زیر آیت التوبہ: 37)

چونکہ حج کا تعلق بھی ان مہینوں سے ہے اس لئے قرآنِ کریم اس کا ذکر درج ذیل آیت میں فرماتا ہے:
''حج چند معلوم مہینوں میں ہوتا ہے پس جس نے ان (مہینوں) میں حج کا عزم کر لیا تو حج کے دوران کسی قسم کی شہوانی بات اور بدکرداری اور جھگڑا (جائز) نہیں ہوگا اور جو نیکی بھی تم کرو اللہ اسے جان لے گا اور زادِ سفر جمع کرتے رہو پس یقیناً سب سے اچھا زادِ سفر تقویٰ ہی ہے اور مجھ ہی سے ڈرو اے عقل والو''۔ (البقرۃ: 198)

حج کے وقت کا تعین قمری مہینوں سے وابستہ کیا گیا ہے، فرمایا: يَسۡـــَٔلُوۡنَكَ عَنِ الۡاَهِلَّةِ ؕ قُلۡ هِىَ مَوَاقِيۡتُ لِلنَّاسِ وَالۡحَجِّ وہ تجھ سے پہلی تین رات کے چاندوں کے متعلق پوچھتے ہیں۔ تُو کہہ دے کہ یہ لوگوں کے لیے اوقات کی تعیین کا ذریعہ ہیں اور حج (کی تعیین) کا بھی۔ (سورۃ البقرۃ: 190)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''اَلۡحَجُّ اَشۡهُرٌ مَّعۡلُوۡمٰتٌ'' میں اس امر کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ حج کے بارہ میں قرآنِ کریم نے کوئی نیا حکم نہیں دیا بلکہ اسی حکم کو قائم رکھا ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں چلا آرہا ہے۔ اس وجہ سے حج کے مہینے بھی سب لوگوں کو معلوم ہیں یعنی شوال، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ۔ گو امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک ذوالحجہ کے صرف دس دن اشہر الحج میں شامل ہیں۔ (بحر محیط۔ زیر آیت ہذا)

فَمَنۡ فَرَضَ فِيۡهِنَّ الۡحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوۡقَ وَلَا جِدَالَ فِى الۡحَجِّ ؕ جو شخص ان

مہینوں میں حج کو اپنے اوپر فرض کر کے چل پڑے۔ اُسے چاہیے کہ وہ اپنی زبان کو پاک رکھے اور کوئی ایسی بات نہ کرے جو جنسی جذبات کو برانگیختہ کرنے والی ہو۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ عشقیہ اشعار پڑھنا اس میں داخل نہیں۔ کیونکہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ ایام حج میں جاہلیت کے اشعار پڑھے تھے۔ یہ روایت اگر چہ قرآنِ کریم کے اس واضح حکم کی موجودگی میں درست تسلیم نہیں کی جاسکتی۔ لیکن اگر مان بھی لیا جائے کہ انہوں نے ایسا کیا تھا تو امتدادِ زمانہ کی وجہ سے ہم نہیں کہہ سکتے کہ انہوں نے کس غرض کے ماتحت جاہلیت کے اشعار پڑھے تھے۔ ممکن ہے انہوں نے دوران گفتگو میں کسی دلیل کے لئے پڑھے ہوں اور سننے والوں نے غلطی سے یہ سمجھ لیا ہو کہ وہ شوقیہ طور پر اس قسم کے اشعار پڑھ رہے ہیں۔ بہر حال اس قسم کا کلام خواہ وہ نظم میں ہو یا نثر میں اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔ اور ان دنوں کو اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کی عبادت میں صرف کرنا چاہیے۔ مگر اس ممانعت کے یہ بھی معنے نہیں کہ رفث، فسوق اور جدال دوسرے دنوں میں جائز ہے۔ بلکہ اس ممانعت میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکمت رکھی ہے کہ اگر کچھ عرصہ تک انسان اپنے نفس پر دباؤ ڈال کر ایسے کام چھوڑ دے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اُسے دوسرے دنوں میں بھی ان کو چھوڑنے کی توفیق مل جاتی ہے۔ کیونکہ مشق ہونے کی وجہ سے اس کے لئے سہولت پیدا ہو جاتی ہے۔ بعض دفعہ بشری کمزوریوں کی وجہ سے انسان ایک لمبے وقت کے لئے کسی کام کو چھوڑنے کی ہمت نہیں کر سکتا۔ ایسی حالت میں اس کے اندر استعداد پیدا کرنے کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ اسے کچھ وقت کے لئے اس کام سے روک دیا جائے۔ جب کچھ عرصہ تک رکا رہتا ہے تو اس کی ضبط کی طاقت بڑھ جاتی ہے۔ اور آہستہ آہستہ وہ کلی طور پر اس کام کو چھوڑنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔

اسی نکتہ کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ فرمایا کرتے تھے کہ انسان کو چاہیے کہ وہ رمضان کے مہینہ میں اپنی کمزوریوں میں سے کسی ایک کمزوری پر غالب آنے کی کوشش کرے۔ اور مہینہ بھر اس سے بچتا رہے اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ خدا تعالیٰ رمضان کے بعد بھی اس کی مدد کرے گا۔ اور اسے ہمیشہ کے لئے اس بدی پر غالب آنے کی توفیق عطا فرمادے گا۔ (تفسیر کبیر جلد 3 زیر آیت سورۃ البقرۃ 198)

حضرت سیّد زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب رضی اللہ عنہ صحیح بخاری کی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ "اَلۡحَجُّ اَشۡهُرٌ مَّعۡلُوۡمٰتٌ: اس آیت کا مضمون واضح کرنے کے لئے یہ باب قائم کیا گیا ہے۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مقررہ مہینوں میں کسی وقت حج کیا جاسکتا ہے۔ حالانکہ اس کے لیے ذوالحج مہینہ کی دسویں تاریخ مقرر ہے۔ اس سے قبل یا بعد حج نہیں کیا جاسکتا۔ امام بخاریؒ نے روایت نمبر 1560 پیش کرکے آیت کا مفہوم واضح کیا ہے کہ ان مہینوں میں سے کسی ایک مہینہ میں حج کا احرام باندھا جاتا ہے۔ دور دراز کے ملکوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے تین مہینے مقرر کئے گئے ہیں۔ حج کی نیّت کرنے اور اس کے لئے احرام باندھنے کی وجہ سے ہی شوال اور ذیقعدہ کو بھی حج کے مہینے قرار دیا گیا ہے۔ محولہ بالا آیت کے دوسرے حصے فَمَنۡ فَرَضَ فِيۡهِنَّ الۡحَجَّ نے پہلے حصہ کی تشریح کر دی ہے۔ یعنی ان تین مہینوں میں حج کی نیّت کی جائے۔ جملہ کی ترکیب یوں ہوگی: مَوَاقِيۡتُ الۡحَجِّ اَشۡهُرٌ مَّعۡلُوۡمٰتٌ یعنی بیت اللہ کا قصد کرنے کے لئے چند معین مہینے ہیں۔ امام موصوفؒ نے دونوں آیتوں کو اکٹھا کر کے آیت نمبر 190 سے آیت 198 کی تشریح کی ہے۔

حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابن عباسؓ کی روایات کو حاکمؒ اور بیہقیؒ نے مذکورہ بالا الفاظ میں اور ابن جریر نے قدرے تغیرِ لفظی سے نقل کیا ہے جو مفہوماً ایک ہی ہیں (فتح الباری جزء 3 صفحہ 529، 530) حضرت عثمانؓ کی جس ناپسندیدگی کا عنوانِ باب میں ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے متعلق واقعہ یہ ہے کہ جب عبد اللہ بن عامر نے خراسان فتح کیا تو انہوں نے بطور شکرانہ خراسان کے شہر نیشاپور سے ہی حج کی نیّت کر کے احرام باندھ لیا تھا۔ خلیفہ وقت کو جب معلوم ہوا تو انہوں نے اسے ناپسند کیا۔ اسی زمانہ میں خراسان اور مکہ کے درمیان فاصلہ طے کرنے کے لئے اڑھائی تین ماہ خرچ ہوتے تھے۔ گویا حج کے مہینوں سے قبل انہوں نے احرام باندھا جو جائز نہ تھا۔ (فتح الباری جز 3 صفحہ 530)

امام مالکؒ کے نزدیک اگر کوئی شخص میقاتِ زمنی سے قبل احرام باندھ لے تو گو اس کا یہ فعل مکروہ ہوگا، مگر اس کا احرام باندھنا درست ہوگا۔ بعض فقہاء یہ جائز نہیں سمجھتے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک اس کا یہ احرام صرف عمرہ کے لئے ہوسکتا ہے۔ حج کے لئے نہیں۔ کیونکہ عمرہ سال میں ہر وقت کیا جاسکتا ہے۔

حج کے جو آداب اللہ تعالیٰ نے بتائے ہیں ان کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں: "یہاں رفث، فسوق اور جدال میں تین گناہوں کے چھوڑنے کا ذکر کیا گیا ہے۔ رفث مرد و عورت کے مخصوص تعلقات کو کہتے ہیں۔ لیکن اس کے علاوہ بد کلامی کرنا۔ گالیاں دینا، گندی باتیں کرنا، قصے سُنانا، لغو اور بے ہودہ باتیں کرنا جسے پنجابی میں گپیں مارنا کہتے ہیں۔ یہ تمام امور بھی رفث میں ہی شامل ہیں۔ اور فسوق وہ گناہ ہیں جو خدا تعالیٰ کی ذات سے تعلق رکھتے ہیں جن میں انسان اس کی اطاعت اور فرمانبرداری سے باہر نکل جاتا ہے۔ آخر میں جدال کا ذکر کیا ہے جو تعلقات باہمی کو توڑنے والی چیز ہے ان تین الفاظ کے ذریعہ درحقیقت اللہ تعالیٰ نے تین اصلاحوں کی طرف توجہ دلائی ہے۔ فرمایا ہے (1) اپنی ذاتی اصلاح کرو اور اپنے دل کو ہر قسم کے گندے اور ناپاک میلانات سے پاک رکھو۔ (2) اللہ تعالیٰ سے اپنا مخلصانہ تعلق رکھو (3) انسانوں سے تعلقات محبّت کو استوار رکھو۔ گویا یہ صرف تین بدیاں ہی نہیں جن سے روکا گیا ہے بلکہ تین قسم کی بدیاں ہیں جن سے باہر کوئی بدی نہیں رہتی۔ کیونکہ بدی یا تو اپنے نفس سے تعلق رکھتی ہے یا خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتی ہے۔ اور یا پھر مخلوق سے تعلق رکھتی ہے۔ اور روحانیت کی ترقی کے لئے ضروری ہے کہ انسان اپنی ذاتی اصلاح کے بعد حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی میں بھی سرگرم رہے۔

(تفسیر کبیر جلد 3 زیر آیت سورۃ البقرۃ 198)

امسال عیدالاضحیٰ 17 جون 2024ء کو ہوگی، ان شاءاللہ۔

اس موقع پر احباب جماعت کی خدمت میں ادارہ اخبار احمدیہ جرمنی کی طرف سے دلی مبارکباد پیش ہے۔

قسط چہارم

نُورِ ہدایت

مرتّبہ: مکرم مولانا نصیر احمد قمر صاحب۔ ایڈیشنل وکیل الاشاعت لندن

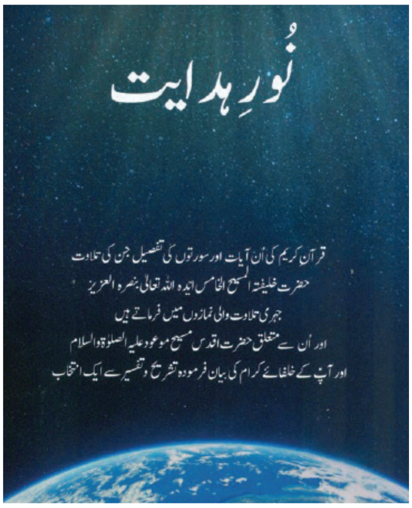

سلطان القلم حضرت امام آخرالزماں علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیان فرمودہ سورۃ الفاتحہ کی پُر معارف تفسیر

اللہ اُس ذاتِ الٰہی کا نام ہے جو تمام کمالات کی جامع ہے۔ اور اس جگہ اَلرَّحْمٰن اور اَلرَّحِیْم دونوں اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ دونوں صفتیں اللہ کے لئے ثابت ہیں جو ہر قسم کے جمال اور جلال کا جامع ہے۔ پھر لفظ اَلرَّحْمٰن کے ایک اپنے بھی خاص معنی ہیں جو اَلرَّحِیْم کے لفظ میں نہیں پائے جاتے اور وہ یہ ہیں کہ اِذنِ الٰہی سے صفت اَلرَّحْمٰن کا فیضان انسان اور دوسرے حیوانات کو قدیم زمانہ سے حکمتِ الٰہیہ کے اقتضاء اور جوہر قابل کی قابلیت کے مطابق پہنچتا رہا ہے۔ نہ کہ مساوی تقسیم کے طور پر اور اس صفتِ رحمانیت میں انسانوں یا حیوانوں کے قویٰ کے کسب اور عمل اور کوشش کا کوئی دخل نہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا خالص احسان ہے جس سے پہلے کسی کا کچھ عمل بھی موجود نہیں ہوتا اور یہ خداتعالیٰ کی طرف سے ایک عام رحمت ہے جس میں ناقص یا کامل شخص کی کوششوں کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ صفتِ رحمانیت کا فیضان کسی عمل کا نتیجہ نہیں ہے اور نہ کسی استحقاق کا ثمرہ ہے بلکہ یہ ایک خاص فضلِ ایزدی ہے جس میں فرمانبرداری یا نافرمانی کا دخل نہیں اور یہ فیضان ہمیشہ خداتعالیٰ کی مشیت اور ارادہ کے ماتحت نازل ہوتا ہے۔ اس میں کسی اطاعت، عبادت، تقویٰ اور زہد کی شرط نہیں۔ اس فیض کی بنا مخلوق کی پیدائش، اس کے اعمال، اس کی کوشش اور اس کے سوال کرنے سے پہلے ہی رکھی گئی ہے۔ اس لئے اس فیض کے آثار انسان اور حیوان کے وجود میں آنے سے پہلے ہی پائے جاتے ہیں اگرچہ یہ فیض تمام مراتب وجود اور زمان و مکان اور حالتِ طاعت و عصیان میں جاری و ساری رہتا ہے۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ خداتعالیٰ کی رحمانیت نیکوکاروں اور ظالموں سب پر وسیع ہے اور آپ دیکھ رہے ہیں کہ اس کا چاند اور اس کا سورج اطاعت گزاروں اور نافرمانوں سبھی پر چڑھتا ہے۔ اور خداتعالیٰ نے ہر چیز کو اس کے مناسبِ حال قویٰ کے ساتھ پیدا کیا ہے اور اس نے ان سب کے معاملات کا ذمہ لیا ہے اور کوئی بھی جاندار نہیں مگر اس کا رزق اللہ کے ذمہ ہے خواہ وہ آسمانوں میں ہو یا زمین میں۔ اُسی نے ان کے لئے درخت پیدا کئے اور ان درختوں سے پھل پھول اور خوشبوئیں پیدا کیں اور یہ ایسی رحمت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی پیدائش سے پہلے ہی ان کے لئے مہیّا فرمایا۔ اس میں متقیوں کے لئے نصیحت اور یاد دہانی ہے۔ یہ نعمتیں بغیر کسی عمل اور بغیر کسی حق کے اس بے حد مہربان اور عظیم خالقِ عالم کی طرف سے عطا ہوئی ہیں۔ اور اس عالی بارگاہ سے ایسی ہی اور بھی بہت سی نعمتیں بخشی گئی ہیں جو شمار سے باہر ہیں۔ مثلاً صحت قائم رکھنے کے ذرائع پیدا کرنا اور ہر بیماری کے لئے علاج اور دواؤں کا پیدا کرنا۔ رسولوں کا مبعوث کرنا اور انبیاء پر کتابوں کا نازل کرنا یہ سب ہمارے ربّ ارحم الراحمین کی رحمانیت ہے۔ یہ خالص فضل ہے جو کسی کام کرنے والے کے کام یا گریہ وزاری یا دُعا کے نتیجہ میں نہیں ہے۔ لیکن رحیمیت وہ فیضِ الٰہی ہے جو صفتِ رحمانیت کے فیوض سے خاص تر ہے۔ یہ فیضان نوعِ انسانی کی تکمیل اور انسانی فطرت کو کمال تک پہنچانے کے لئے مخصوص ہے لیکن اس کے حاصل کرنے کے لئے کوشش کرنا، عملِ صالح بجالانا اور جذباتِ نفسانیہ کو ترک کرنا شرط ہے۔ یہ رحمت پورے طور پر نازل نہیں ہوتی جب تک اعمال بجالانے میں پوری کوشش نہ کی جائے اور جب تک تزکیۂِ نفس نہ ہو اور ریا کو کُلّی طور پر ترک کر کے خلوصِ کامل اور طہارتِ قلب حاصل نہ ہو اور جب تک خدائے ذوالجلال کی خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر موت کو قبول نہ کر لیا جائے۔ پس مبارک ہیں وہ لوگ جنہیں ان نعمتوں سے حِصّہ ملا۔ بلکہ وہی اصل انسان ہیں اور باقی لوگ تو چارپایوں کی مانند ہیں۔

☆ یہاں ایک مشکل سوال ہے جسے ہم اس جگہ مع جواب لکھتے ہیں تا کہ عقلمند اس میں غور و فکر کر سکیں اور وہ سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ میں اپنی تمام صفات میں سے صرف دو صفات اَلرَّحْمٰن اور اَلرَّحِیْم کو ہی اختیار کیا ہے اور کسی اور صفت کا اس آیت میں ذکر نہیں کیا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم (یعنی اللہ) تمام ان صفات کاملہ کا مستحق ہے جو مقدّس صحیفوں میں مذکور ہیں۔ پھر کثرت صفات تلاوت کے وقت کثرتِ برکات کو مستلزم ہے۔ پس بسم اللہ کی آیت کریمہ اللہ کی کثرت صفات کے بیان کے مقام اور مرتبہ کی زیادہ حقدار اور سزاوار ہے اور حدیث نبوی میں ہر اہم کام شروع کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا مستحسن قرار دیا گیا ہے نیز یہ آیت مسلمانوں کی زبانوں پر اکثر جاری رہتی ہے۔ اور خدائے عزیز کی کتاب قرآنِ کریم میں بڑی کثرت سے دہرائی گئی ہے۔ تو پھر کس حکمت اور مصلحت کے ماتحت اس مبارک آیت میں خداتعالیٰ کی دوسری صفات درج نہیں کی گئیں؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس جگہ ارادہ فرمایا کہ اپنے اسم اعظم کے ساتھ انہی دو صفات کا ذکر کرے جو اس کی تمام صفاتِ عظیمہ کا پورا پورا خلاصہ ہیں۔ اور وہ دونوں صفات اَلرَّحۡمٰن اور اَلرَّحِیۡم ہیں۔ چنانچہ عقلِ سلیم بھی اسی کی طرف راہنمائی کرتی ہے۔ کیونکہ خداتعالیٰ نے اس دنیا پر کبھی بطور محبوب اور کبھی بطور محبّ تجلّی فرمائی ہے اور اس نے ان دونوں صفات کو ایسی روشنی بنایا ہے جو آفتابِ ربوبیت سے عبودیت کی زمین پر نازل ہوتی ہے۔ پس کبھی تو خداتعالیٰ محبوب بن جاتا ہے اور بندہ اس محبوب کا محبّ اور کبھی بندہ محبوب بن جاتا ہے اور خداتعالیٰ اس کا محبّ ہوتا ہے اور بندہ کو مطلوب کی طرح بنالیتا ہے۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ انسانی فطرت جس میں محبّت، دوستی اور سوزِ دل ودیعت کیا گیا ہے چاہتی ہے کہ اس کا کوئی محبوب ہو جو اسے اپنی تجلیاتِ جمالیہ اور نعمتوں اور عطایا سے اپنی طرف کھینچے اور یہ کہ اس کا کوئی ایسا غمخوار دوست ہو جو خوف اور پریشان حالی کے وقت اس کا ساتھ دے وہ اس کے اعمال کو ضائع ہونے سے بچائے اور اس کی امیدوں کو پورا کرے۔ پس خداتعالیٰ نے ارادہ کیا کہ جو کچھ انسان کی فطرت تقاضا کرتی ہے وہ اسے عطا کرے اور اپنی وسیع بخشش کے طفیل اس پر اپنی نعمتوں کو پورا کرے۔ سو اُس نے اپنی انہی دو صفات اَلرَّحۡمٰن اور اَلرَّحِیۡم کے ساتھ اس پر تجلّی فرمائی۔

اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ دونوں صفات ربوبیت اور عبودیت کے درمیان ایک واسطہ ہیں اور انہی دونوں کے ذریعہ انسانی معرفت اور سلوک کا دائرہ مکمل ہوتا ہے۔ ان دونوں کے علاوہ خداتعالیٰ کی باقی تمام صفات انہی دو صفتوں کے انوار میں شامل ہیں اور ان سمندروں کا ایک قطرہ ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ کی ذات نے جس طرح اپنے لئے چاہا ہے کہ وہ نوعِ انسان کے لئے محبوب اور محبّ بنے اسی طرح اُس نے اپنے کامل بندوں کے لئے چاہا کہ وہ بھی دوسرے بنی نوع انسان کے لئے اپنے اخلاق اور سیرت کے لحاظ سے اس کی ذات والا صفات کا پَرتَو ہوں اور ان دونوں صفات کو اپنا لباس اور پوشش بنالیں تا عبودیت ربوبیت کے اخلاق کا جامہ پہن لے۔ اور انسان کے (روحانی) نشوونما میں کوئی نقص باقی نہ رہ جائے۔ پس اُس نے انبیاء اور مرسلین کو پیدا کیا اور ان میں سے بعض کو اپنی صفتِ رحمانیت کا اور بعض کو اپنی صفتِ رحیمیت کا مظہر بنایا تاکہ وہ محبوب بھی ہوں اور محبّ بھی اور اس کے فضلِ عظیم کے ساتھ آپس میں محبّت سے زندگی بسر کریں اُس نے ان میں سے بعض کو محبوبیت کی صفت سے حصّہ وافر عطا فرمایا اور بعض دوسروں کو صفت محبّیت کا بہت سا حصّہ دیا۔ اور اسی کا خداتعالیٰ نے اپنے وسیع فضل اور دائمی کرم سے ارادہ فرمایا۔ اور جب ہمارے آقا سیّد المرسلین و خاتم النبیین محمد ﷺ کا زمانہ آیا تو اللہ تعالیٰ کی پاک ذات نے ارادہ فرمایا کہ ان دونوں صفات کو ایک ہی شخصیت میں جمع کردے۔ چنانچہ اُس نے آنحضرت کی ذات میں (آپ پر ہزاروں ہزار درود اور سلام ہو) یہ دونوں صفات جمع کردیں۔ یہی وجہ ہے کہ خداتعالیٰ نے سورۃ فاتحہ کے شروع میں صفت محبوبیت اور صفت محبّیت کا خاص طور پر ذکر کیا ہے تا اس سے خداتعالیٰ کے اس ارادہ کی طرف اشارہ ہو اور اُس نے ہمارے نبی ﷺ کا نام محمد اور احمد رکھا۔ جیسا کہ اُس نے اس آیت میں اپنا نام اَلرَّحۡمٰن اور اَلرَّحِیۡم رکھا۔ پس یہ بات اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ ان دونوں صفات کا ہمارے آقا فخر دو عالم ﷺ کے علاوہ اور کوئی جامع وجود نہیں۔ اور آپ کو معلوم ہے کہ یہ دونوں صفات خداتعالیٰ کی صفات میں سے سب سے بڑی صفات ہیں بلکہ یہ اس کے تمام صفاتی ناموں کے خلاصوں کا خلاصہ اور حقیقتوں کی نچوڑ ہیں۔ یہ ہر اُس شخص کے کمال کا معیار ہیں جو کمال کا طالب ہے اور اخلاقِ الٰہیہ کا رنگ اختیار کرتا ہے۔

پھر ان دونوں صفات میں سے کامل حِصّہ صرف ہمارے نبی سلسلہ نبوت کے خاتم ﷺ کو ہی دیا گیا ہے کیونکہ آپ کو پروردگارِ دو عالم کے فضل سے ان دونوں صفات کی طرح دو نام دیئے گئے ہیں جن میں سے پہلا محمد ہے اور دوسرا احمد۔ پس اسم محمد نے صفت اَلرَّحۡمٰن کی چادر پہنی اور جلال اور محبوبیّت کے لباس میں جلوہ گر ہوا اور اپنی نیکی اور احسان کی بناء پر بار بار تعریف بھی کیا گیا۔ اور اسم احمد نے خداتعالیٰ کے فضل سے جو مومنوں کی مدد اور نصرت کا متولّی ہے رحیمیت، محبّیت اور جمال کے لباس میں تجلّی فرمائی۔ پس ہمارے نبی ﷺ کے دونوں نام (محمد اور احمد) ہمارے ربّ محسن کی دونوں صفتوں (الرحمان، الرحیم) کے مقابلہ میں منعکسہ صورتوں کی طرح ہیں جن کو دو مقابل کے آئینے ظاہر کرتے ہیں۔

☆ اور اللہ تعالیٰ نے آیت دَنَا فَتَدَلّٰی (النجم:8) اور آیت قَابَ قَوۡسَیۡنِ اَوۡ اَدۡنٰی (النجم: 9) میں اسی (محبوبیت اور محبّیت کے مضمون) کی طرف اشارہ کیا ہے۔ پھر چونکہ یہ گمان پیدا ہوسکتا تھا کہ نبی کریم ﷺ کو جو لوگوں کے مطاع اور اللہ تعالیٰ کے بہت عبادت گزار ہیں پروردگار عالم کا ان دو صفات سے متّصف کرنا لوگوں کو شرک کی طرف مائل کرسکتا ہے۔ جیسا کہ ایسے ہی اعتقاد کی بنا پر حضرت عیسیٰؑ کو معبود بنالیا گیا سو اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ وہ اُمّت مرحومہ کو بھی (علیٰ حسبِ مراتب) ظلّی طور پر ان دونوں صفات کا وارث بنادے۔ تا یہ دونوں نام اُمّت کے لیے برکات جاریہ کا موجب بنیں اور تا صفاتِ الٰہیّہ میں کسی خاص بندہ کے شریک ہونے کا وہم بھی دور ہوجائے۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کے صحابہ اور بعد آنے والے مسلمانوں کو رحمانی اور جلالی شان کی بنا پر اسم محمد کا مظہر بنایا اور انہیں غلبہ عطا فرمایا۔ اور متواتر عنایات سے ان کی مدد کی اور مسیح موعود کو اسم احمد کا مظہر بنایا اور اُسے رحیمی اور جمالی صفات کے ساتھ مبعوث فرمایا اور اس کے دل میں رحمت اور شفقت رکھ دی اور اُسے بلند اخلاقِ فاضلہ کے ساتھ آراستہ کیا۔... اسمِ عیسیٰ اور اسم احمد اپنی ماہیت میں ایک ہی ہیں اور طبیعت کے لحاظ سے ایک دوسرے سے مطابقت رکھتے ہیں اور اپنی کیفیت کے لحاظ سے یہ نام جمال اور ترکِ قتال پر دلالت کرتے ہیں لیکن اسم محمد قہر اور جلال کا نام ہے اور یہ ہر دو نام محمد اور احمد، رحمٰن و رحیم کے لئے بطور ظِلّ کے ہیں۔

... پھر جب صحابہ کرام خدائے بخشندہ کی طرف سے اسم محمّد کے وارث ہوئے اور انہوں نے جلالِ الٰہی کو ظاہر کیا اور ظالموں کو چوپایوں اور مویشیوں کی طرح قتل کیا۔ اسی طرح مسیح موعود اسم احمد کا وارث ہوا جو مظہر

رحیمیت و جمال ہے اور اللہ تعالیٰ نے یہ نام اس کے لئے اور اس کے متبعین کے لئے جو اس کی آل کی طرح بن گئے اختیار کیا۔ پس مسیح موعود اپنی جماعت سمیت اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی صفتِ رحیمیت اور احمدیت کا مظہر ہے۔ تا خدا کا قول ''وَ اٰخَرِیۡنَ مِنۡھُمۡ'' (الجمعة: 4) پورا ہو (یعنی صحابہ جیسی ایک اور قوم بھی ہے جو ابھی ان سے نہیں ملی)۔ اور الٰہی ارادوں کو پورا ہونے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ نیز رسولِ مقبول ﷺ کے مظاہر پیدا ہونے کی حقیقت پوری طرح واضح ہو جائے۔ صفتِ رحمانیت و رحیمیت کو بسم اللہ کے ساتھ وابستہ کرنے کی یہی وجہ ہے تا وہ محمد و احمد دونوں ناموں پر اور ان دونوں کے آئندہ آنے والے مظاہر پر دلالت کرے یعنی صحابہ اور مسیح موعود پر جو رحیمیت اور احمدیت کے لباس میں آنے والے تھے۔

☆ چونکہ ہمارے نبی خیر البشر ﷺ خاتم الانبیاء برگزیدوں کے برگزیدہ اور اللہ تعالیٰ کی جناب میں سب لوگوں سے زیادہ محبوب ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ ظلّی طور پر آپ میں اپنی یہ دونوں بڑی صفات جمع کر دے۔ پس آپ کو محمد اور احمد کے نام عطا کئے تا یہ دونوں نام صفتِ رحمانیت اور صفتِ رحیمیت کے لئے بمنزلہ ظِلّ کے ہوں۔ اسی لئے اس نے اپنے قول اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ میں اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ کامل عبادت گزار کو ربّ العالمین کی صفات عطا کی جاتی ہیں جبکہ وہ فنافی اللہ عابدوں کے مقام تک پہنچ جائے۔ اور آپ کو معلوم ہے کہ اخلاقِ الٰہیّہ کا ہر کمال اللہ تعالیٰ کے رحمان و رحیم ہونے پر منحصر ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان دونوں صفات کو بسم اللہ کے ساتھ مخصوص کر دیا۔ اور آپ کو یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ محمد اور احمد نام ''الرحمان، الرحیم'' کے مظہر ہیں اور ہر کمال جو ان دونوں صفاتِ الٰہیّہ میں مخفی تھا وہ علیم و حکیم خدا کی طرف سے (محمد اور احمد کے) دونوں ناموں میں ودیعت کر دیا گیا ہے پس بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں ناموں (محمد و احمد) کو اپنی دونوں صفات کے ظِلّ اور اپنی دونوں سیرتوں کے مظہر ٹھہرایا ہے تا کہ رحمانیت اور رحیمیت کی حقیقت کو محمدیّت اور احمدیت کے آئینہ میں دکھائے۔ پھر جبکہ آنحضرت ﷺ کی اُمّت کے کامل افراد جو آنحضرت کی روحانیت کے اجزاء اور حقیقتِ نبویہ کے اعضاء کی طرح ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ اس نبی معصوم ﷺ کے آثار کو باقی رکھنے کے لئے انہیں (اُمّت کے کامل افراد کو) بھی اسی طرح ان دونوں ناموں کا وارث بنائے جیسے اس نے انہیں علوم نبویہ کا وارث بنایا ہے۔ پس اُس نے صحابہ کو اسم محمد کے ظِلّ کی ذیل میں داخل کر دیا جو اسم کے جلال کا مظہر ہے اور مسیح موعود کو اسم احمد کے ذیل میں داخل کر دیا جو جمال کا مظہر ہے۔ اور ان سب نے اس دولت کو محض ظلّیت کے طور پر پایا ہے۔ پس حقیقت کی رُو سے اس مقام پر خدا تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں اور ان دو ناموں کی تقسیم سے اللہ تعالیٰ کی غرض یہی تھی کہ وہ اُمّت کو تقسیم کرے اور اس کے دو گروہ کر دے۔ پس اس نے ان میں سے ایک گروہ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام مظہر جلال کی مانند بنایا اور وہ رسول کریم ﷺ کے صحابہ ہیں جنہوں نے جہاد کے لئے اپنے آپ کو پیش کر دیا تھا اور ایک گروہ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام مظہر جمال کی مانند بنایا اور ان کو دل کا حلیم بنایا۔ ان کے سینوں میں صلح جوئی ودیعت کی اور ان کو اعلیٰ اخلاق پر قائم کیا اور اُمّت کا یہ گروہ مسیح موعود اور اس کے متّبعین ہیں خواہ مرد ہوں یا عورتیں۔ پس جو کچھ حضرت موسیٰ نے فرمایا تھا وہ بھی اور جو حضرت عیسیٰ (علیہما السلام) نے فرمایا تھا وہ بھی پورا ہوا اور اس طرح خدائے قادر کا وعدہ بھی پورا ہو گیا کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اَشِدَّآءُ عَلَی الۡکُفَّارِ (الفتح:30) کہہ کر ان صحابہ کے متعلق پیشگوئی فرمائی تھی جو ہمارے نبی محمد مصطفیٰ ﷺ کے اسم محمد کے مظہر اور خدائے قہار کے جلال کا انعکاس تھے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صحابہ کے ایک دوسرے گروہ اور ان ابرار کے امام کے متعلق اپنے قول کَزَرۡعٍ اَخۡرَجَ شَطۡـَٔهٗ (الفتح:30) میں اس روئیدگی کی پیشگوئی فرمائی تھی جو کسانوں کو خوش کرتی ہے۔ یعنی اس مسیح کے متعلق جو رحم کرنے والے اور پردہ پوش (اسم) احمد کا مظہر اور رحیم و غفار خدا کے جمال کا منبع ہے۔ پس موسیٰ و عیسیٰ ہر دو نے پیشگوئی میں ایسی صفات کی خبر دی تھی جو ان کی اپنی صفات ذاتیہ سے مناسبت رکھتی ہیں۔ اور ہر ایک نے اس جماعت کو (پیشگوئی کے لئے) چُنا جن کے اخلاق اس کے اپنے پسندیدہ اخلاق کے مشابہ تھے۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے الفاظ ''اَشِدَّآءُ عَلَی الۡکُفَّارِ (الفتح: 30) میں ان صحابہ کی طرف اشارہ فرمایا جنہوں نے ہمارے نبی اکرم محمد مصطفیٰ ﷺ کی صحبت پائی اور انہوں نے جنگ کے میدانوں میں سختی و مضبوطی کا مظاہرہ کیا۔ اللہ تعالیٰ کے جلال کو سیف قاطع کے ذریعہ ظاہر کیا اور خدائے قہار کے رسول کے اسم محمدؐ کے ظِلّ بن گئے۔ آپ پر اللہ تعالیٰ، اہل آسمان اور اہل زمین میں سے راستبازوں اور نیکوکاروں کا صلوٰۃ اور سلام ہو۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے قول کَزَرۡعٍ اَخۡرَجَ شَطۡـَٔهٗ (الفتح: 30) سے اٰخَرِیۡنَ مِنۡھُمۡ (الجمعة: 4) کی قوم اور ان کے امام مسیح کی طرف اشارہ کیا بلکہ اس کے احمد نام کا صراحت سے ذکر کر دیا۔ اور اس مثال سے جو قرآنِ کریم میں آئی ہے آپ نے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ مسیح موعود کسی بہت سخت چیز کی طرح نہیں بلکہ صرف نرم و نازک سبزہ کی طرح ظاہر ہو گا۔ پھر یہ بھی قرآنِ کریم کے عجائبات میں سے ہے کہ اس نے احمد نام کا ذکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے نقل کیا اور محمد نام کا ذکر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے نقل کیا تا کہ پڑھنے والے کو معلوم ہو جائے کہ جلالی نبی یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وہ نام چُنا جو ان کی اپنی شان کے مطابق ہے یعنی اسم محمد جو جلالی نام ہے اور اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے احمد نام چُنا جو جمالی نام ہے کیونکہ وہ خود جمالی نبی تھے اور انہیں شدّت اور جنگ سے کوئی حِصّہ نہیں دیا گیا تھا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ان دونوں میں سے ہر ایک نبی نے اپنے اپنے کامل مثیل کی طرف اشارہ کیا۔ پس (اے مخاطب) اس نکتہ کو یاد رکھ کیونکہ یہ تجھے شکوک و شبہات سے نجات دے گا اور جلال اور جمال کے دونوں پہلوؤں کو آشکار کرے گا اور پردہ اٹھا کر حقیقت کو واضح کر دے گا اور جب تو اس بیان کو قبول کر لے تو ہر دجّال (کے شر) سے خدا تعالیٰ کی حفظ و امان میں آ جائے گا اور ہر گمراہی سے نجات پا جائے گا۔

(اعجاز المسیح۔ روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 89-128)

سیرت حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ

مکرم مولانا زین الدین حامد صاحب۔ ناظم دار القضاء قادیان

تقریر بر موقع جلسہ سالانہ قادیان 2023ء

سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے جلیل القدر صحابی حضرت نواب محمد علی خان صاحب رضی اللہ عنہ کی مقدّس سیرت کے حوالے سے کچھ بیان کرتا ہوں۔ جب ہم حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے دستِ مبارک پر بیعت کرنے والوں کی سیرت کا مطالعہ کرتے ہیں تو بلاشبہ یہ بات سامنے آتی ہے کہ صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام عادات اور اوصافِ حمیدہ سب کے سب علی قدر مراتب حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے صحابہ میں بھی پائے جاتے ہیں۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے بزرگ صحابی حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ کی مقدّس سیرت کے چیدہ چیدہ واقعات پیش کرتا ہوں۔

حضرت نواب محمد علی خان صاحب رضی اللہ عنہ کا تعلق ایک معزز خاندان غوری سے ہے، آپ ریاست مالیر کوٹلہ کے رئیس تھے۔ آپ کے مورث اعلیٰ شیخ صدر جہاں صاحب ایک باخدا بزرگ اور جلال آباد سروانی قوم کے پٹھان تھے۔ آپ کے والد ماجد کا نام نواب غلام محمد خان صاحب تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ یکم جنوری 1870ء کو نواب بیگم صاحبہ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ آپ اپنی والدہ کے پہلے اور بھائیوں میں تیسرے نمبر پر تھے۔ بچپن سے ہی آپ میں مذہبی ذوق وشوق پیدا ہو چکا تھا۔ براہِ راست حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سے تعلق کا آغاز ہونے سے قبل حضرت نواب صاحب کے خاندان کے ایک معزز فرد کے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سے اچھے تعلقات پیدا ہو چکے تھے جو بالآخر حضور علیہ السلام کے مالیر کوٹلہ تشریف لے جانے کا موجب ہوئے اور 1884ء میں حضور علیہ السلام نے یہ سفر اس لیے فرمایا تھا کہ نواب ابراہیم علی خان صاحب نے براہین احمدیہ کی اشاعت میں حصہ لیا تھا اور ان کی بیماری کی خبر پا کر دعا کے لیے بھی تشریف لے گئے تا کہ عیادت اور شکریہ کی عملی روح نمایاں ہو۔

حضرت نواب صاحب کی پرورش ابتداء سے ہی مذہبی ماحول میں ہوئی تھی۔ ابتدائی عمر میں آپ نے اپنے استاد سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر سنا۔ آپ پر مذہب کا بہت اثر تھا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ان دنوں کوئی دعویٰ نہ تھا رفتہ رفتہ حضرت اقدس علیہ السلام کا ذکر آپ تک پہنچتا رہا۔ حضرت نواب صاحب نے حضرت اقدس علیہ السلام سے خط وکتابت 1889ء میں شروع کی۔ حضرت نواب محمد علی خان صاحب نے 1890ء میں 20 سال کی عمر میں قادیان کا تاریخی سفر کیا۔ آپ کی فطرت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے سعادت ودیعت ہوئی تھی یہ سفر آپ نے تحقیق حق کی خاطر کیا کیونکہ ابھی تک آپ حلقہ بگوشِ احمدیت نہ ہوئے تھے بعد ازاں بعض سوالات کا اطمینان بخش جواب پانے کے بعد آپ نے بلا تامل بیعت کا خط لکھا۔ رجسٹر بیعت میں آپ کا بیعت نمبر 210 اور تاریخ بیعت 19 نومبر 1890ء درج ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب ازالہ اوہام میں حضرت نواب صاحب اور آپ کے خاندان کا ذکر فرمایا ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت نواب صاحب کو اپنے ایک مکتوب میں بار بار تحریک فرمائی کہ کچھ عرصہ حضور علیہ السلام کی صحبت میں آ کر رہیں۔ حضورؑ نے ایک مکتوب کے آخر پر فرمایا: ''مَیں چاہتا ہوں کہ جس طرح ہو سکے 27 دسمبر 1892ء کے جلسہ میں ضرور تشریف لاویں''۔

چنانچہ حضرت نواب صاحب اس جلسہ میں شریک ہوئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی توجہ اور شفقت اور دعاؤں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے نواب صاحب کے لیے تمام مشکلات آسان کر دیں اور انشراح قلب کے ساتھ قادیان ہجرت کی توفیق عطا فرمائی۔ ہجرت کے بعد آپ اپنے دو کچے کمروں میں آ کر ٹھہرے جو ''الدار'' سے ملحق تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شفقت بے پایاں کا گوناگوں رنگ میں اظہار ہوتا رہا۔ حضور علیہ السلام نے حضرت نواب صاحب کو قادیان میں مکان بنانے کی بھی

کئی مرتبہ تحریک فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے مکانات کو بہت برکت عطا فرمائی۔ حضرت نواب صاحب کی اہلیہ اوّل کے بطن سے دو لڑکیاں ایک امۃ السلام جو چند ماہ بعد وفات پا گئی اور دوسری بیٹی حضرت بوزینب بیگم صاحبہ اہلیہ حضرت مرزا شریف احمد صاحب جن کی ولادت 19 مئی 1893ء میں ہوئی تھی ان کے بعد اللہ تعالیٰ نے چار بیٹوں سے نوازا۔

اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے ماتحت 17 فروری 1908ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بڑی صاحبزادی حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کا نکاح حضرت نواب محمد علی خان صاحب سے ہوگیا یہ نکاح حضرت مولوی نورالدین صاحب نے پڑھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد 14 مارچ 1909ء کو حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ رخصت ہو کر حضرت نواب صاحب کے گھر آئیں۔

حضرت نواب صاحب کی اہلیہ اوّل سے اکلوتی بیٹی حضرت نواب بوزینب بیگم صاحبہ کا نکاح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لختِ جگر حضرت مرزا شریف احمد صاحب سے 9 مئی 1909ء کو ہوا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی مبارک زندگی میں یہ رشتہ طے فرمایا تھا۔ حضرت بوزینب صاحبہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی دادی محترمہ ہیں۔ اگرچہ نواب صاحب اور حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کی عمر میں 27 سال کا فرق تھا اس کے باوجود حضرت نواب صاحب حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کی عقل، سمجھ، محبّت، وفا اور سیرت کے قدردان تھے۔ وہ جانتے تھے کہ یہ مقدس باپ کی مبارک بیٹی ہیں۔ حضرت نواب صاحب چھوٹی چھوٹی بات میں بھی حضرت بیگم صاحبہ سے برکت لینے کی کوشش کرتے تھے۔

ایک مرتبہ نئے سال کا کیلنڈر آپ نے حضرت بیگم صاحبہ کو دیا کہ اس پر کچھ شعر لکھ دیجئے۔

حضرت بیگم صاحبہ نے کیلنڈر کے سرورق پر لکھا:

فضل خدا کا سایہ ہم پر رہے ہمیشہ
ہر دن چڑھے مبارک ہر شب بخیر گزرے

آپ فرماتی ہیں کہ یہ شعر حضرت نواب صاحب ہمیشہ نئے سال کے کیلنڈر کے سرورق پر لکھتے تھے۔ اسی طرح حضرت نواب صاحب اکثر آپ سے اشعار کی فرمائش کرتے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت نواب صاحب کو بارہا قادیان آنے اور قادیان میں مکان بنانے کی تحریک فرما چکے تھے چنانچہ حضرت نواب صاحب نے ہجرت سے پہلے ایک دو کچے کمرے دارالمسیح سے ملحق جانب شرق تعمیر کروائے اور چند سال بعد انہیں گرا کر ایک پختہ چوبارہ تعمیر کروایا یہ چوبارہ ''الدار'' کا ہی حصہ ہے۔ خلافت اولیٰ میں آپ نے قادیان کی اس وقت کی آبادی سے باہر ایک کھلی جگہ پر دارالسلام کوٹھی تعمیر کروائی جس میں باغ بھی لگوایا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت نواب صاحب کو خط بھجوایا کہ قادیان آتے ہوئے اپنا فونوگراف ساتھ لیتے آئیں تاکہ غیر ممالک میں دعوت الی اللہ کی غرض سے کچھ پیغام بھرے جائیں۔ چنانچہ حضرت نواب صاحب فونوگراف قادیان لائے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نظم آواز آرہی ہے یہ فون و گراف سے اور کچھ دیگر نظمیں اور تقریریں بھری گئیں۔ حضرت نواب صاحب کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ ان کے فونوگراف میں غیر ممالک میں دعوت الی اللہ کے لیے پیغام ریکارڈ کیا گیا۔

حضرت نواب صاحب ایک مردم شناس قدردان معاملہ فہم اور وفادار بزرگ تھے خداتعالیٰ نے آپ کو قلب سلیم اور دماغ فہیم عطا فرمایا تھا اس لیے آپ ہر مسئلہ کی تحقیق خود کرتے تھے۔ تعصب اور غصہ ہرگز نہ تھا سچ کے قبول کرنے پر ہر وقت آمادہ رہتے تھے ابتدائی مذہبی تعلیم کے بعد لاہور کے Aitchison College میں داخل ہوئے جو حکومت نے رؤسائے پنجاب کے بچوں کے لیے قائم کیا تھا۔ خواتین کی اصلاح کے لیے آپ نے ایک انجمن مصلح الاخوان قائم کی اور ایک اسکول قائم کیا جس کے کل اخراجات آپ اپنی جیب سے ادا کرتے تھے آپ کو تعلیم کی عام ترویج کا بہت شوق تھا مدرسہ احمدیہ کے

چند ہی دن کی جدائی ہے یہ مانا لیکن
بدمزہ ہو گئے یہ دن بخدا تیرے بعد
یہ دعا ہے کہ جدا ہو کے بھی خدمت میں رہوں
زندگی میری رہے وقف دعا تیرے بعد
(حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ)

لیے کئی مرتبہ مالی تعاون کیا اور آپ ہی کی عالی ہمتی سے قادیان میں کالج کا قیام ہوا۔

آپ کی فطرت میں سخاوت کا طبعی جوش تھا اور جماعت کے غرباء آپ کی فیاضیوں سے آسودگی کی زندگی بسر کرتے تھے۔ آپ کبھی غم زدہ اور فکرمند نہ ہوتے تھے۔ ہمیشہ چہرے پر خوشی اور مسرّت رہتی تھی اور اللہ تعالیٰ پر کامل توکل اور بھروسہ تھا۔ انکساری کا یہ عالم تھا کہ مسجد مبارک میں سب سے آخری صف میں جوتیوں کے قریب بیٹھ جاتے تھے۔ سلسلہ کے کاموں میں ہمیشہ پیش پیش رہتے تھے۔

حضرت نواب صاحب حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ سے حد درجہ اخلاص اور اطاعت کا تعلق رکھتے تھے۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ آخری دو ہفتے نواب صاحب کو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی عیادت و خدمت کا بہترین موقع میسر آیا۔ ڈاکٹروں نے قصبہ سے باہر کسی کھلی جگہ رہنے کا مشورہ دیا جس پر حضرت نواب صاحب نے اپنی کوٹھی دارالسلام کا ایک حصہ حضورؓ کے لیے خالی کر دیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے 27 فروری 1914ء کو یہاں نقل مکانی فرمائی اور اس جگہ کو بہت پسند فرمایا۔ دو ہفتے بعد 13 مارچ 1914ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے دارالسلام میں ہی وفات پائی۔

یکم جنوری 1903ء کو صبح کی سیر میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے نواب صاحب کو مخاطب کرکے فرمایا کہ: ''آج رات ایک کشف میں آپ کی تصویر ہمارے سامنے آئی اور اتنا لفظ الہام ہوا 'حجۃ اللہ' اس کے متعلق یوں تفہیم ہوئی کہ کیونکہ آپ اپنی برادری اور قوم میں سے الگ ہو کر آئے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے آپ کا

نام ''حجۃ اللہ'' رکھا یعنی آپ ان پر حُجّت ہوں گے''۔

آپ نے متعدد مواقع پر مالی قربانی کی مختلف تحریکات میں حصہ لیا، اعانت فرمائی اور عمارتوں کی مرمت اور توسیع کے لئے گاہ بگاہے رقم مہیا کی۔ جن میں مدرسہ احمدیہ منارۃ المسیح اور مرکزی لائبریری وغیرہ شامل ہیں۔ آپ نے قادیان میں بہت سے رفاہ عامہ کے کام سرانجام دیئے۔ سڑکوں کو ہموار بنوایا اور پختہ نالیاں بنوائیں نیز مریضوں کی امداد کے لیے ایک معقول رقم پیش کی۔ ان کے علاوہ سلسلہ کے پہلے اخبار الحکم کی اعانت دارالضعفاء کے لیے زمین اور الفضل کے اجراء میں اعانت بھی آپ کی مالی قربانیوں کی اعلیٰ مثالیں ہیں۔

الفضل کے اجراء کے لیے حضرت نواب محمد علی خان صاحب نے کچھ روپیہ نقد اور کچھ زمین اس کام کے لیے دی۔ نیز اپنے مکان کی نچلی منزل بھی دی۔ مقبرہ کے انتظام کے لیے حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کی صدارت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک کمیٹی مقرر فرمائی۔ جنوری 1906 میں جب صدر انجمن احمدیہ کا قیام میں عمل میں آیا، اس کے ممبران میں حضرت نواب صاحبؓ بھی تھے۔ آپ کو 1900ء سے 1918ء تک مختلف عہدوں پر سلسلہ کی خدمت کا موقع ملا۔ قیام صدر انجمن احمدیہ سے قبل 6 جنوری سے پانچ دسمبر 1902ء تک پہلے آپ میگزین ریویو کے اسسٹنٹ فنانشل سیکرٹری اور پھر فنانشل سیکرٹری کے طور پر کام کرتے رہے۔ 1909ء میں آپ صدر انجمن احمدیہ کے امین مقرر ہوئے۔ 1911ء میں آپ صدر انجمن کی طرف سے ناظر مقرر ہوئے۔ 1915ء اور 1916ء دو سال تک حضرت نواب صاحب صدر انجمن احمدیہ کے جنرل سیکرٹری کے عہدے پر فائز رہے۔

حضرت نواب صاحبؓ ادب اور حفظ مراتب کے بے حد پابند تھے اور اکثر اپنی اولاد اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین کرتے تھے۔

آپ اپنے بڑے بھائیوں بزرگان صحابہ کرام اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لیے حد درجہ احترام کا جذبہ رکھتے تھے۔ حضرت نواب صاحب صبر واستقامت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ جن حالات میں آپ نے احمدیت قبول کی اور شجاعت سے اس کا اظہار کیا یہ آپ ہی کا خاصہ تھا۔ آپ حد درجہ کے عفت پسند اور زمانہ کے مفاسد کے باعث پردہ کے حد درجہ پابندی کے حامی تھے۔ نمازوں وروزہ کی ادائیگی، تلاوت قرآن کریم، دیگر مشاغل دینیہ میں ہمہ وقت مصروف رہتے تھے۔ آپ معمولاً شب بیدار اور تہجد گزار تھے۔ آپ کی اہلیہ محترمہ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ اس بارے میں بیان فرماتی ہیں کہ:

''رات کو تہجد میں دعائیں کرتے تو یوں معلوم ہوتا کہ خدا تعالیٰ کا نور کمرہ میں نازل ہو رہا ہے''۔

حضرت نواب صاحب صبح کی نماز سے قبل قرآن مجید کی تلاوت کرتے اور فرمایا کرتے تھے کہ قرآن مجید ایک سمندر ہے جو کوئی بھی اس بحر میں غوطہ زنی کرے گا خالی ہاتھ نہ لَوٹے گا۔ حضرت نواب صاحب معمولاً ڈائری لکھنے کا التزام نہ فرماتے لیکن جتنے عرصہ ڈائری آپ نے لکھی ہے اس سے آپ کی سیرت وشمائل کا ایک قیمتی حصہ خود آپ کے قلم سے ہمارے سامنے آتا ہے۔

10 فروری 1945ء کو بعمر 75 سال حضرت نواب صاحبؓ کا انتقال ہوگیا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپؓ کے جنازہ کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے کندھا دیا۔ بہشتی مقبرہ قادیان سے متصل باغ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ کی تدفین احاطہ خاص میں ہوئی جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مزار مبارک ہے۔ خدا تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے اور آپ کو اپنے قرب میں خاص مقام عطا فرمائے، آمین۔

مبارک وہ جو اَب ایمان لایا
صحابہؓ سے ملا جب مجھ کو پایا
وہی مَے اُن کو ساقی نے پلا دی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

جرمنی میں جلسہ ہائے یوم خلافت

جماعت احمدیہ جرمنی کو اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ امسال بھی جماعتی روایات کے مطابق جلسہ یومِ خلافت منعقد کرنے کی توفیق ملی۔ اس مناسبت سے اکثر جماعتوں اور لوکل امارات نے 26 مئی 2024ء کو جلسہ ہائے یومِ خلافت کا انعقاد کیا۔ ہر جگہ جلسہ کا آغاز تلاوت قرآنِ کریم اور نظم کے ساتھ ہوا۔ بعدازاں خلافت کے مختلف پہلوؤں اور افرادِ جماعت کی اس سلسلہ میں ذمہ داریوں کے عناوین پر مربیانِ سلسلہ اور دیگر مقررین نے تقاریر کیں۔

Wetzlar

مورخہ 26 مئی 2024ء بروز اتوار جماعت Wetzlar کے نماز سنٹر میں مکرم اویس احمد نوید صاحب مربی سلسلہ کی زیرِصدارت جلسہ یوم خلافت منعقد ہوا جس میں 110 افراد نے شرکت کی۔ تلاوت ونظم کے بعد خلافت کے موضوع پر ایک مختصر ویڈیو دکھائی گئی۔ بعدازاں مکرم اویس احمد نوید صاحب مربی سلسلہ نے ''خلافت روحانی ترقیات اور قربِ الٰہی کا ذریعہ'' کے عنوان پر تقریر کی۔ جلسہ کے اختتام پر ان طلباء کو جو سکول میں نئے داخل ہوئے ہیں شعبہ تعلیم کی جانب سے انعامات دیئے گئے۔ دعا کے ساتھ جلسہ اختتام پذیر ہوا۔ آخر پر احباب جماعت کے لیے کھانے کا انتظام بھی تھا۔

(محمد یوسف۔صدر جماعت Wetzlar)

اِک سے ہزار ہوویں

اللہ تعالیٰ نے میرے بیٹے عزیزم بلال احمد کو دو بیٹوں اور ایک بیٹی کے بعد مورخہ 22 مارچ 2024ء کو بیٹی سے نوازا ہے۔ نومولودہ کا نام فاطمہ زہراء احمد رکھا گیا ہے اور حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے وقفِ نَو کی بابرکت تحریک میں قبول فرمایا ہے۔ نومولودہ مکرم داؤد احمد صاحب آف کھاریاں کی نواسی ہے۔

قارئین سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ بچی کو صحت وعافیت سے رکھے، دین و دنیا کی حسنات سے نوازے، اسلام واحمدیت کی خادمہ اور والدین کے لیے قرۃ العین بنائے، آمین۔ (حیدر علی ظفر۔مبلغ سلسلہ)

تاریخ احمدیت جرمنی سے ایک ورق

تاریخ احمدیت جرمنی 1956ء

یہ مضمون دستیاب جماعتی ریکارڈ اور مختلف جماعتی و غیر جماعتی اخبارات سے مکرم محمد لقمان مجوکہ صاحب ممبر تاریخ کمیٹی جرمنی نے مرتّب کیا ہے۔
اگر کسی دوست کے علم میں مزید معلومات ہوں تو براہ کرم تاریخ کمیٹی جرمنی کو مطلع فرمائیں، جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ (صدر تاریخ احمدیت کمیٹی جرمنی)

1955ء میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے کامیاب دورہ جرمنی کے بعد، حضور کی خواہش پر جرمنی میں مسجد کی تعمیر کے منصوبہ کو حتمی شکل دی گئی۔ لہٰذا 1956ء کے سال کی زیادہ تر جماعتی مصروفیات مسجد کی تعمیر اور اس سے منسلک معاملات پر مرکوز رہیں، جن کی تفصیل اگلی قسط میں دی جائے گی۔ یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ ہمبرگ میں مسجد کی زمین 8 جون 1956ء کو خریدی گئی جبکہ تعمیر کی اجازت 13 نومبر 1956ء کو موصول ہوئی[1]۔

1-(غیر مطبوعہ ریکارڈ دفتر تاریخ احمدیت کمیٹی جرمنی، فائل مسجد فضل عمر ہمبرگ)

محترم چودھری عبداللطیف صاحب کی عارضی طور پر ہالینڈ روانگی

جنوری 1956ء کے شروع میں مبلغ انچارج ہالینڈ محترم حافظ قدرت اللہ صاحب رخصت پر پاکستان گئے تو ہالینڈ مشن کی نگرانی بھی محترم چودھری عبداللطیف صاحب کے سپرد کر دی گئی۔ چنانچہ آپ ماہ مارچ تک ہیگ (ہالینڈ) میں مقیم رہے اور جرمنی کے ساتھ ساتھ ہالینڈ مشن میں بھی خدمت سرانجام دیتے رہے[2]۔

2۔ ریکارڈ وکالت تبشیر فائل 1956ء صفحہ 34

سر برآوردہ شخصیات کے لئے تحفہ قرآنِ کریم

1۔ مارچ 1956ء کے اوائل میں پاکستان کے جرمنی میں تعینات ہونے والے نئے سفیر جناب جلال الدین عبدالرحیم صاحب چند دنوں کے لئے ہمبرگ آئے۔ اس دوران چودھری عبداللطیف صاحب نے 13 مارچ 1956ء کو ان سے ملاقات کی اور قرآنِ کریم کا جرمن ترجمہ پیش کیا نیز مشن کے کاموں کے بارہ میں بتایا[3]۔

2۔ اکتوبر 1956ء میں صدر لائبیریا Mr.Tubman سرکاری دورہ پر ہمبرگ آئے۔

3۔ ریکارڈ وکالت تبشیر۔خط 26 مارچ 1956ء

اوپر دی گئی تصویر میں 1950ء کی دہائی میں مشن ہاؤس Oderfelder Straße 18 ہمبرگ میں ادا کی جانے والی نماز عید کا منظر

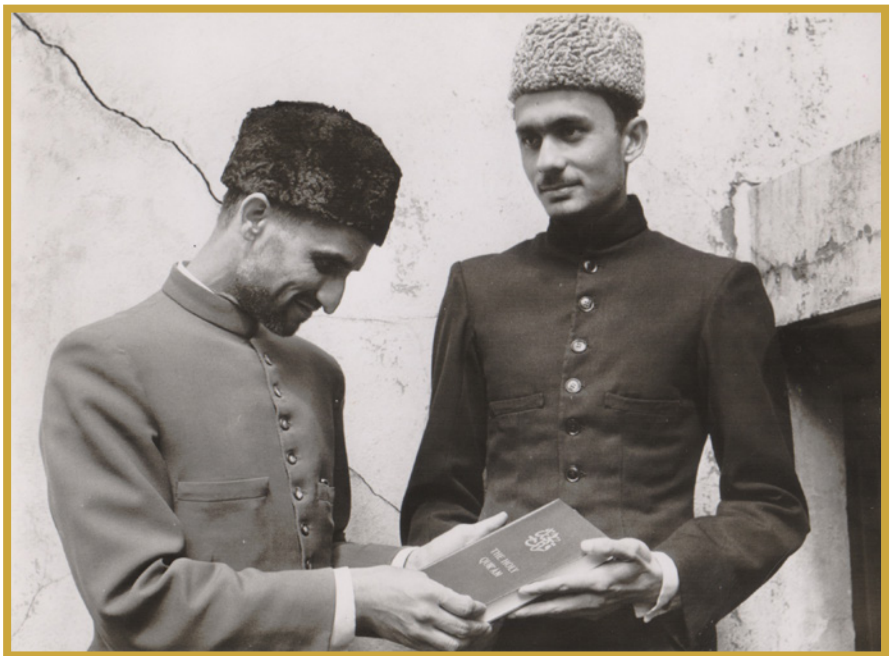

دائیں مکرم سیّد کمال یوسف صاحب، بائیں مکرم چودھری عبداللطیف صاحب (اندازاً 1956ء، ہمبرگ)

اس وقت چودھری عبداللطیف صاحب سویڈن کے دورہ پر تھے۔ تاہم محترم سیّد میر داؤد احمد صاحب مرحوم اپنی اہلیہ کے علاج کے سلسلہ میں ہمبرگ آئے ہوئے تھے، اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مبلغ انچارج جرمنی کی طرف سے جماعت کی نمائندگی میں محترم میر صاحب موصوف صدر مملکت سے ملے اور قرآنِ کریم انگریزی ترجمہ تحفہ میں دیا۔[4]

جرمنی میں عیدین کی تقریبات

جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے مشن کے دوسرے کاموں کے علاوہ عیدین کی نمازیں جماعتی سرگرمیوں کا ایک خاص حصہ ہوتی تھیں، جن کا خصوصی اہتمام کیا جاتا تھا۔ مقامی احباب جماعت یا ان کے خاندان کے غیرمسلم افراد بھی ان تقریبات میں شامل ہوتے تھے۔ نمازِ عید کی ادائیگی مشن ہاؤس Oderfelder Straße 18 میں ہوتی تھی اور عموماً نماز عید کے بعد چائے وغیرہ کا انتظام بھی کیا جاتا جس میں تمام احباب شامل ہوتے۔ اس سال عیدالفطر 12 مئی کو منائی گئی۔ ان دنوں سیّد کمال یوسف صاحب مبلغ سلسلہ سکینڈے نیویا بغرض عملی تربیت ہمبرگ مشن میں مقیم تھے۔ آپ عیدالفطر کی رپورٹ میں تحریر کرتے ہیں:

''خدا تعالیٰ کے فضل سے 12 مئی 1956ء ساڑھے دس بجے صبح عیدالفطر کی تقریب عمل میں لائی گئی۔ اس تقریب میں شمولیت کے لئے متعدد دعوت نامے جاری کئے گئے۔ مقامی جماعت احمدیہ کے دوستوں کے علاوہ زیرِتبلیغ معزز غیرمسلم اصحاب، پاکستان سے آئے ہوئے مسلمان بھائی اور جرمن پریس کے نمائندے ہمارے خاص مدعووین میں سے تھے۔ ہفتہ کا دن ہمبرگ میں بہت مصروف سمجھا جاتا ہے مگر خدا تعالیٰ کے فضل سے ساڑھے دس بجے سے قبل ہی احمدیہ مشن میں آنے والوں کی تعداد کافی ہو چکی تھی۔ آنے والوں میں مقامی جماعت احمدیہ کے احباب کے علاوہ باہر سے دوست بھی آئے۔ پاکستان سے آئے ہوئے مسلمان اور اس طرح انڈونیشیا کے مسلمان اور غیرمسلم احباب نے بھی شرکت کی۔ ہندوستان سے آئے ہوئے طلبا اور ایک ہندو ڈاکٹر بھی تشریف لائے۔ زیرِتبلیغ احباب اور ایک مشہور مستشرق جو جرمن نیوز ایجنسی میں اسلامی ممالک کے نمائندہ ہیں شامل ہوئے۔ دو پریس نمائندے بھی آئے۔ پریس کے فوٹوگرافر نے اس تقریب کے بہت سے فوٹو اتارے۔ ساڑھے دس بجے مکرم چودھری عبداللطیف صاحب انچارج احمدیہ مشن جرمنی نے نماز عید کی امامت فرمائی۔ نماز کے بعد مکرم چودھری عبداللطیف صاحب نے خطبہ عید پڑھا...... عید کے بعد مکرم عبداللطیف صاحب انچارج مشن نے مشن کی طرف سے ٹی پارٹی کا انتظام کیا ہوا تھا۔ اس پارٹی کی تیاری میں چودھری عبداللطیف صاحب کی بیگم صاحبہ اور احمدی جرمن خواتین نے نمایاں حصہ لیا''۔ ہمبرگ کے دو اخبارات نے اُس سال نمازِ عید کی خبر شائع بھی کی۔[5]

نیورن برگ کی جماعت نے بھی اس سال پہلی دفعہ عیدالفطر کا انتظام کیا اور وہاں پر بھی اخبار میں خبر شائع ہوئی۔ یاد رہے کہ حضرت مصلح موعودؓ کے دَورہ کے بعد نیورنبرگ میں تیونس کے ایک احمدی دوست محترم محمد ترکی صاحب کو اعزازی مبلّغ کے طور پر نیورنبرگ کی جماعت کی نگرانی سونپی گئی تھی۔ ریکارڈ سے پتہ لگتا ہے کہ ترکی صاحب موصوف مارچ 1957ء تک اس منصب پر کام کرتے رہے، اس کے بعد تیونس واپس چلے گئے جہاں ان کو غالباً بطور اعزازی مبلّغ مقرر کیا گیا تھا اور نیورنبرگ جماعت کی نگرانی جرمن نَواحمدی دوست مکرم عمر ہوفر Omar Hofer صاحب کے سپرد کر دی گئی۔ 1956ء میں عید کی نماز کا انتظام ترکی صاحب کی طرف سے ہی کیا گیا تھا۔[6]

اسی طرح عیدالاضحیٰ کی تقریب بھی ہمبرگ میں منعقد ہوئی۔ جس میں جرمنی، پاکستان اور سیلون کے احباب نے شرکت کی۔ نماز عید کے بعد تمام مہمانوں کی خدمت میں کھانا بھی پیش کیا گیا۔ اس موقع پر ایک یورپی خاتون نے اسلام بھی قبول کیا۔[7]

سویڈن میں احمدیہ مشن کا قیام

1956ء کے اہم واقعات میں سے ایک سویڈن میں احمدیہ مشن کا قیام ہے، جس کے لیے محترم سیّد کمال یوسف صاحب کو بطور مبلغ مقرر کیا گیا تھا۔ محترم سیّد کمال یوسف صاحب پہلے ہمبرگ تشریف لائے اور یہاں کچھ عرصہ مکرم چودھری عبداللطیف صاحب کے ساتھ مل کر کام کیا اور عملی تربیت حاصل کی۔ جون 1956ء میں موصوف نے محترم چودھری عبداللطیف صاحب کے ہمراہ سویڈن کا پہلا دورہ کیا اور وہاں پر رہائش وغیرہ کے انتظامات

4۔ ریکارڈ تبشیر خط 23 اکتوبر 1956ء

5۔ الفضل، 3 جون 1956ء صفحہ 3
6۔ تاریخ جرمنی فائل 1956ء
7- (الفضل 24 جولائی 1956ء صفحہ 1)

کے علاوہ مختلف لوگوں سے ملاقاتیں کیں اور ایک اخبار کو انٹرویو بھی دیا[8]۔ آغاز میں سویڈن کا مشن جرمن جماعت کے ہی تحت کام کرتا تھا اور چودھری صاحب موصوف وقتاً فوقتاً یہاں دورہ کرتے رہے۔

صاحبزادی امۃ الباسط صاحبہ کی بغرض علاج آمد

اس سال حضرت مصلح موعودؓ کی صاحبزادی امۃ الباسط بیگم صاحبہ بغرض علاج ہمبرگ تشریف لائیں۔ آپ کا لندن میں لمبا عرصہ علاج ہوتا رہا تھا۔ حضرت مصلح موعودؓ کے ارشاد کے تحت انہیں علاج کے لئے ہمبرگ کے ہسپتال میں داخل کیا گیا جہاں ڈاکٹروں نے معائنہ کے بعد علاج تجویز کیا اور آپ کی صحت بہتر ہونے لگی[9]۔

8۔الفضل 14 جولائی 1956، صفحہ۔3۔
9- (الفضل 15 ستمبر 1956ء صفحہ 1)

جرمنی میں تیسری جماعت کا قیام

اسی سال Göppingen میں نئی جماعت قائم ہوئی جس کے بعد جرمنی میں جماعتوں کی تعداد تین ہوگئی۔ اسی طرح ایک کیتھولک پادری کے حلقہ بگوش احمدیت ہونے کا ذکر بھی ملتا ہے[10]۔

ڈاکٹر کُرٹ ٹلٹاک

اس سال جرمنی کے شمالی شہر کیل کے رہنے والے ڈاکٹر کرٹ ٹلٹاک صاحب (Dr. Curt Tiltack) نے جماعت احمدیہ سے متعلق ایک کتاب میں مضمون شائع کیا۔ جماعت احمدیہ سے آپ کا تعارف 1952ء میں ہوا تھا۔ ٹلٹاک صاحب ایک کتاب میں جماعت کا ذکر کرنا چاہتے تھے جس کے لیے انہوں نے جماعتی لٹریچر

10۔ریکارڈ وکالت تبشیر۔خط 27 اکتوبر 1956ء

Dr. Curt Tiltack

پڑھنے کے علاوہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کو کچھ سوالات بھی بھجوائے تھے۔ جن کا جواب حضرت مصلح موعودؓ نے عنایت فرمایا[11]۔ ٹلٹاک صاحب کی پیدائش 1909ء میں ہوئی اور بعد میں فلسفہ اور عیسائی مذہب کی تعلیم Halle یونیورسٹی سے مکمل کرنے کے بعد Kiel کی یونیورسٹی سے PhD کی سند حاصل کی[12]۔ جنگ عظیم دوم کے بعد غالباً سکولوں میں عیسائیت

11۔تاریخ احمدیت، جلد 12، ایڈیشن 2007، صفحہ۔138
12- Hans-Christian Harten, Uwe Neirich, Matthias Schwerendt (2009), Rassenhygiene als Erziehungsideologie des Dritten Reichs: Bio-bibliographisches Handbuch, S. 479.

کے استاد کے طور پر کام کرتے رہے۔ 1955ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے دستِ مبارک پر بیعت کرنے کے بعد متعدد جماعتی کتب اور رسائل کے ترجمہ وغیرہ کے کام میں مدد کی اور بعض کتابچے بھی لکھے۔ 1956ء میں جلسہ سالانہ ربوہ میں شرکت کے لیے پاکستان گئے جہاں جماعتی روایات کے مطابق ان کا بھرپور استقبال کیا گیا۔ قیام کے دوران آپ نے وکالت تبشیر کی طرف سے دیئے جانے والے استقبالیہ میں بھی شرکت کی۔ اپنے تین ہفتے کے قیام کے دوران اسلامی علوم کا مطالعہ بھی کیا مگر واپسی کے کچھ عرصہ بعد جماعت سے علیحدگی اختیار کر لی جس کا سبب یہ بیان کیا کہ بیعت کے بعد ان کی بطور استاد فراغت ہوگئی جس کا سبب ان کے خیال میں ان کی بیعت سے متعلق خبر شائع ہونا تھا اور وہ اپنے ذریعہ معاش کو جاری رکھنے کے لئے جماعت سے علیحدگی اختیار کر رہے ہیں۔ بعد میں یہ صاحب بطور پروٹسٹنٹ پادری کام کرتے رہے[13]۔ ان کی وفات 1983ء میں Bad Ems میں ہوئی۔

محترمہ ڈاکٹر امۃ الکریم صاحبہ

اس سال کی ایک خاص بات مکرمہ امۃ الکریم صاحبہ بنت ڈاکٹر غلام علی صاحب کی پاکستان سے بغرض تعلیم جرمنی آمد ہے۔ انہوں نے برلن یونیورسٹی میں داخلہ لیا۔ موصوفہ سے متعلق تفصیلی مضمون اسی شمارہ میں میں شامل ہے۔ اسی طرح اس سال محترم عبدالحمید اختر صاحب ابن مکرم غلام محمد اختر صاحب کی بھی جرمنی آمد ہوئی۔ آپ کے تفصیلی حالات اخبار احمدیہ جرمنی شمارہ اکتوبر 2023ء میں شائع ہو چکے ہیں۔

اس کے علاوہ سال کے دوران جرمنی بھر سے لوگ مختلف خطوط اور پوسٹ کارڈ مشن کو بھیجتے رہے جن میں اسلام سے متعلق استفسارات ہوتے تھے۔ دفتر تاریخ احمدیت جرمنی میں ایسے بہت سے خطوط محفوظ ہیں۔ اس طریقے سے جرمنی بھر میں تبلیغ کا سلسلہ جاری رہتا۔

-13 https://www.kirchenrecht-nordkirche.de/kabl/31923.pdf

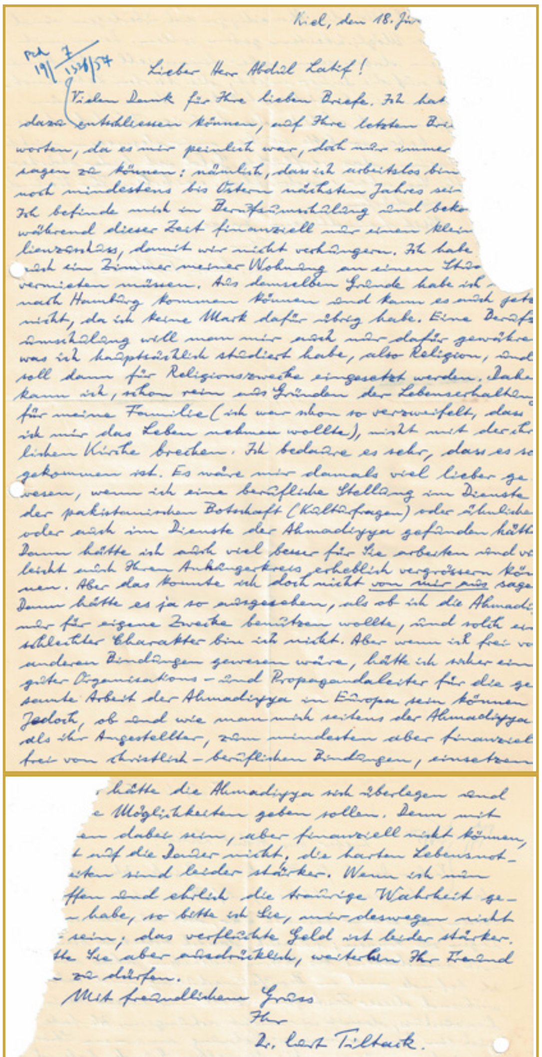

Kiel, den 18. Jan

Pct 19/ 7 / 1336/57

Lieber Herr Abdul Latif!

Vielen Dank für Ihre lieben Briefe. Ich hat[te mich nicht]
dazu entschliessen können, auf Ihre letzten Bri[efe zu ant-]
worten, da es mir peinlich war, doch nur immer
sagen zu können: nämlich, dass ich arbeitslos bin
noch mindestens bis Ostern nächsten Jahres sei[n werde.]
Ich befinde mich in Berufsumschulung und beko[mme]
während dieser Zeit finanziell nur einen klei[nen Zuschuss, Bei-]
hilfenzuschuss, damit wir nicht verhungern. Ich habe
sich ein Zimmer meiner Wohnung an einen Stu[denten]
vermieten müssen. Aus demselben Grunde habe ich [nicht]
nach Hamburg kommen können und kann es auch jetzt
nicht, da ich keine Mark dafür übrig habe. Eine Berufs-
umschulung will man mir auch nur dafür gewähren
was ich hauptsächlich studiert habe, also Religion, und
soll dann für Religionszwecke eingesetzt werden. Daher
kann ich, schon rein aus Gründen der Lebenserhaltung
für meine Familie (ich war schon so verzweifelt, dass
ich mir das Leben nehmen wollte), nicht mit der chr[ist-]
lichen Kirche brechen. Ich bedaure es sehr, dass es so
gekommen ist. Es wäre mir damals viel lieber ge-
wesen, wenn ich eine berufliche Stellung im Dienste
der pakistanischen Botschaft (Kulturfragen) oder ähnlicher
oder auch im Dienste der Ahmadiyya gefunden hätte.
Dann hätte ich auch viel besser für Sie arbeiten und vi[el-]
leicht auch Ihren Anhängerkreis erheblich vergrössern kön-
nen. Aber das konnte ich doch nicht von mir aus sagen.
Denn hätte es ja so ausgesehen, als ob ich die Ahmadiyya
nur für eigene Zwecke benützen wollte, und solch ein
schlechter Charakter bin ich nicht. Aber wenn ich frei von
anderen Bindungen gewesen wäre, hätte ich sicher ein
guter Organisations- und Propagandaleiter für die ge-
samte Arbeit der Ahmadiyya in Europa sein können.
Jedoch, ob und wie man mich seitens der Ahmadiyya
als ihr Angestellter, zum mindesten aber finanziell
frei von christlich-beruflichen Bindungen, einsetzen
[...] hätte die Ahmadiyya sich überlegen und
[...] Möglichkeiten geben sollen. Denn mit
[...] dabei sein, aber finanziell nicht können,
[...] auf die Dauer nicht, die harten Lebensnot-
[wendigke]iten sind leider stärker. Wenn ich nun
[o]ffen und ehrlich die traurige Wahrheit ge-
[sagt] habe, so bitte ich Sie, mir deswegen nicht
[böse] sein; das verfluchte Geld ist leider stärker.
[Ich bi]tte Sie aber ausdrücklich, weiterhin Ihr Freund
[sein] zu dürfen.
Mit freundlichem Gruss
Ihr
Dr. Curt Tiltack.

ڈاکٹر ٹلٹاک کے خط کا عکس جس میں انہوں نے جماعت سے علیحدگی کی اطلاع دی

Rheinische Friedrich-Wilhelms-Universität (Around 1930s)

جرمنی سے پی ایچ ڈی کرنے والی پہلی احمدی خاتون

محترمہ پروفیسر ڈاکٹر امۃ الکریم طلعت قریشی صاحبہ

یہ مضمون مکرم اویس احمد صاحب ممبر تاریخ کمیٹی جرمنی نے تیار کیا ہے۔ اگر کسی کے علم میں ان سے متعلق کوئی اور امور ہوں تو تاریخ کمیٹی جرمنی کو مطلع کر کے ممنون فرمائیں۔ اس مضمون کی تیاری میں مکرم محمد شریف خالد صاحب، مکرم اواب ابراہیم صاحب بقاپوری (یوکے)، مکرم منصور بھٹی صاحب (امریکہ) کا تعاون حاصل رہا۔ فجزاہم اللہ احسن الجزاء۔

محترمہ ڈاکٹر امۃ الکریم صاحبہ جرمنی میں ڈاکٹریٹ (PhD) کرنے والی پہلی احمدی خاتون تھیں۔ آپ 1955ء میں اُس وقت پاکستان سے جرمنی آئیں جب یہاں احمدی احباب وخواتین کی تعداد بہت کم تھی۔ جرمنی کے قیام کے دوران آپ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ جرمن مشن سے مسلسل رابطہ میں رہیں۔ ڈگری مکمل کرنے کے بعد 1959ء میں آپ پاکستان واپس تشریف لے گئیں جہاں آپ طویل عرصہ تک ملک وقوم کی تعلیمی خدمت میں مصروف رہیں۔

خاندانی تعارف

محترمہ امۃ الکریم صاحبہ کے والد محترم ڈاکٹر غلام علی صاحب کا تعلق چہور ضلع لائلپور سے تھا جو تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان کے پرانے طالبعلم تھے اور حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے زمانہ میں قادیان آئے تھے۔ پھر لاہور میڈیکل سکول میں داخل ہوئے اور چار سال کا کورس پاس کرنے کے بعد فوجی ملازمت اختیار کی۔ بلوچستان، سیستان اور ہندوستان کی مختلف چھاؤنیوں میں کام کرتے رہے۔ آپ نہایت مخلص خادم دین تھے۔ منارۃ المسیح کی تعمیر میں یکصد روپیہ اپنی طرف سے اور اتنے ہی اپنی اہلیہ کی طرف سے ادا کئے۔ ڈاکٹر صاحب کو تبلیغ کا بہت شوق تھا۔ ملازمت کے دوران باوجود مصروف ہونے کے فریضہ تبلیغ نہایت عمدگی سے ادا کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دستِ شفا عطا فرمایا تھا اور علاج نہایت محنت اور محبّت سے کرتے۔ انگریز افسروں پر بھی آپ کی دین داری کا اثر تھا۔ فوج میں ملازمت کی وجہ سے مختلف چھاؤنیوں میں آپ کا تبادلہ ہوتا رہتا تھا جس کی وجہ سے بچوں کی دینی ودنیاوی تعلیم وتربیت میں دشواری ہو رہی تھی لہٰذا 1936ء میں آپ نے اپنے بچوں کو قادیان منتقل کر دیا تاکہ خالص دینی ماحول میں تربیت پائیں۔ آپ موصی بھی تھے۔ آپ کی وفات چالیس سال کی عمر میں 9 جولائی 1938ء کو کلکتہ میں ہوئی اور وہیں تدفین ہوئی۔ بہشتی مقبرہ قادیان میں آپ کا یادگاری کتبہ نصب ہے [1]۔

1۔ الفضل 14 جولائی 1938ء صفحہ 8

آپ کی اہلیہ محترمہ زینب بیگم صاحبہ حضرت مسیح موعودؑ کے صحابی حضرت عبدالرزاق سیالکوٹی صاحبؓ کی بیٹی تھیں جن سے آپ کی درج ذیل اولاد ہے۔

1۔ محترمہ امۃ الکریم طلعت صاحبہ اہلیہ مکرم طلعت علی شیخ صاحب۔
2۔ محترمہ امۃ الحفیظ بھٹی صاحبہ اہلیہ مکرم محمود احمد بھٹی صاحب۔
3۔ محترمہ آمنہ بیگم صاحبہ۔ 4۔ مکرم عبدالکریم صاحب۔
5۔ مکرم عبدالرشید صاحب۔ 6۔ مکرم عبداللطیف صاحب

محترمہ امۃ الکریم طلعت صاحبہ

آپ کی پیدائش 17 جولائی 1930ء کو ایران کے شہر زاہدان میں ہوئی جہاں ڈاکٹر غلام علی صاحب اُن دنوں ڈیپوٹیشن پر کام کر رہے تھے۔ محترمہ امۃ الکریم صاحبہ نے قادیان سے میٹرک کیا اور پھر قیامِ پاکستان کے بعد لاہور منتقل ہوگئیں جہاں اسلامیہ کالج فار ویمن سے B.A کی ڈگری اعزاز کے ساتھ حاصل کی۔ پھر پنجاب یونیورسٹی کے اورینٹل کالج سے ایم۔اے (عربی) کی ڈگری فرسٹ ڈویژن میں حاصل کی اور صوبہ بھر کی خواتین میں

اوّل قرار پائیں۔ اس کے بعد 1953ء تا 1955ء آپ اسلامیہ کالج فار ویمن لاہور میں عربی زبان کی لیکچرار رہیں۔ اسی دوران آپ کو ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ صاحب کی زیر نگرانی ریسرچ سکالر کے طور پر عربی زبان میں لکھی گئیں سوانح عمریوں پر تحقیق کرنے کا موقع بھی ملا۔ اس دوران آپ کو جرمنی میں پی ایچ ڈی کے لئے سکالرشپ ملا جس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتی ہیں:

"جب مَیں نے M.A عربی کا امتحان پنجاب یونیورسٹی میں فرسٹ کلاس پوزیشن سے پاس کیا ان دنوں حکومت مغربی جرمنی نے پاکستان کو دو اسکالرشپ پی ایچ ڈی کے طلبا کے لئے دیئے۔ ایک مشرقی پاکستان کے لئے دوسرا مغربی پاکستان کے لئے۔ میری تعلیمی قابلیت کے مدِّنظر پنجاب یونیورسٹی نے جرمنی کے لئے میرا انتخاب کیا۔ سکالرشپ حاصل کرنے والوں کو برلن یونیورسٹی جرمنی میں ایک مقررہ وقت میں رپورٹ کرنا لازم تھا۔ جب مجھے سکالرشپ ملا ان دنوں مَیں نے پاکستان پبلک سروس کمیشن کے ذریعہ لائلپور گورنمنٹ کالج برائے خواتین میں عربی لیکچرار کی پوسٹ حاصل کی تھی۔ جب مجھے وظیفہ کی اطلاع موصول ہوئی تو میری والدہ اور نانا جان نے مجھے مشورہ کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے پاس بھجوایا۔ حضورؓ سے میری ملاقات آپا مریم صدیقہ صاحبہ کے ذریعہ سے ہوئی۔ میری بات سن کر حضورؓ نے فرمایا کہ "جرمنی میں مردوں سے ہاتھ نہ ملانا"۔ یہ اس طرف اشارہ تھا کہ مجھے جرمنی جانے کی اجازت مل گئی ہے۔ اس پر آپا مریم صدیقہ صاحبہ نے کہا کہ "پردے کا کیا ہوگا؟" مَیں نے جواب دیا جیسے مَیں نے ایم اے برقعے میں کیا تھا ویسے ہی وہاں تعلیم حاصل کر لوں گی۔ اس پر حضورؓ نے فرمایا کہ برقعے میں تمہیں کوئی یونیورسٹی میں داخل بھی نہیں ہونے دے گا۔ زیادہ سے زیادہ تم لمبا کوٹ پہن سکو گی۔ سر پر رومال باندھ لینا۔ مَیں نے کالج کی نوکری سے Resign کیا اور جرمنی پہنچ گئی"۔[2]

محترمہ امۃ الکریم صاحبہ نے نومبر 1955ء میں جرمنی آ کر Nuns جیسا کوٹ سلوا لیا اور سر پر سکارف لے کر یونیورسٹی جانا شروع کر دیا۔ آغاز میں نومبر 1955ء تا اگست 1957ء آپ نے برلن میں تعلیم حاصل کی اور بعدازاں Bonn آ گئیں جہاں سے 1959ء میں درج ذیل تین مضامین میں اعلیٰ ترین اعزاز کے ساتھ Ph.D. کی ڈگری حاصل کی۔ مشرقی علوم (Oriental Studies)، بشریات (Anthropology) اور موازنہ مذاہب (Comparative Religions)۔

آپ نے پی۔ایچ۔ڈی کے مقالہ کے لئے قاضی ابو محمد الحسن بن عبدالرحمان بن خلاد الرامھرمزی کی "کتاب امثال الحدیث" پر تحقیق وتعلیق کی۔ بعدازاں 1968ء میں یہ مقالہ کتابی شکل میں شائع کیا۔ اس کے نسخے جرمنی کی مختلف لائبریریوں میں دستیاب ہیں۔

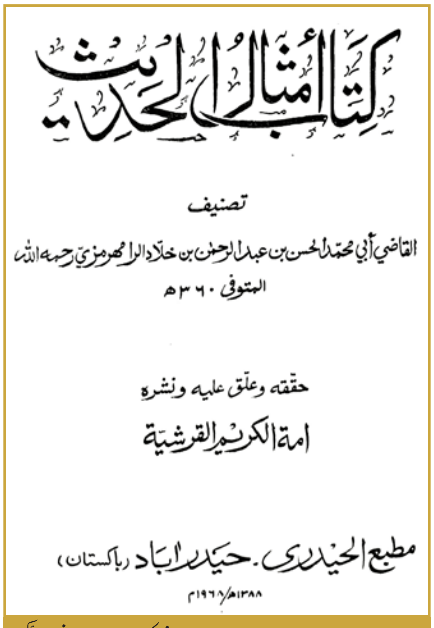

Deutsche Nationalbibliothek فرانکفرٹ میں موجود نسخہ کا عکس

آپ کی تعلیم مکمل ہونے کے بعد وہاں کی یونیورسٹی کے ریکٹر نے پنجاب یونیورسٹی کے وائس چانسلر کو ایک خط لکھا جس میں محترمہ امۃ الکریم صاحبہ کی تعلیمی قابلیت کو سراہتے ہوئے اس بات کا مطالبہ کیا کہ آئندہ بھی ایسے قابل طلبا کو ہی بھیجا جائے۔ محترمہ امۃ الکریم صاحبہ نے جرمن، عربی، اردو اور انگریزی میں کتب تحریر کیں۔ ان میں سے ایک انگریزی کتاب Makhdum Abdal Wahid Al-Sewistani And His Arbu'na Hadithan ہے جس کا ذکر صہیب بن عبدالغفار حسن نے "ببلوغرافیا لکتب الحدیث والسنة باللغة الانکلیزیة" میں کیا ہے۔ اسی طرح عربی زبان میں کتاب النهج الجديد في قراءة العربية لتلامذة الفصل التاسع و العشر بھی لکھی۔ ان میں سے بعض کتب ترکی کی یونیورسٹیوں میں حوالہ جاتی کتب کی حیثیت سے استعمال ہوتی ہیں۔

جرمنی میں قیام کے دوران محترمہ امۃ الکریم صاحبہ نے حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں خط تحریر کرتے ہوئے اپنی خواب کا ذکر کیا جس میں ایک فتنہ (فتنہ منافقین) کی طرف اشارہ تھا۔ یہ خط الفضل 6 ستمبر 1956ء میں شائع ہوا جس کا متن درج ذیل ہے۔

میرے مقدّس آقا!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

آج رات مَیں نے ایسا خواب دیکھا جس کی تعبیر کا علم تو خدا کو ہی ہے۔ لیکن بظاہر وہ کسی فتنہ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

"مَیں نے دیکھا کہ آپ ایک بہت بڑا مکان تعمیر کروا رہے ہیں کوئی 5 بجے شام کا وقت ہے معمار غالباً کام سے فارغ ہو کر گھروں کو واپس جا چکے ہیں اور میری چند ہمجولیاں جن میں آپ کی بیٹی امۃ النصیر بھی ہے (کئی سالوں سے میں امۃ النصیر کو اکثر خواب میں اپنے ساتھ دیکھتی ہوں) اس جگہ ٹہل رہی ہیں۔ اس وقت مَیں اس حصہ میں ہوں جو زیرِ تعمیر ہے۔ اور بہت سے کمروں پر مشتمل ہے۔ جن کی بنیادیں رکھی جا چکی ہیں۔ لیکن عمارت تعمیر نہیں ہوئی۔ اس کے ایک کونے سے بنیادوں کی اینٹوں کے اندر سے دھواں نکلتا ہوا نظر آتا ہے۔ مَیں چونک جاتی ہوں کہ شاید اس کے نیچے کسی نے آگ سلگائی ہے چنانچہ مَیں بنیادوں کو بغور دیکھنا شروع کر دیتی ہوں۔ دو تین کمروں کے فاصلہ پر ایک کونہ سے پھر دھواں نکل رہا ہے۔ پھر بنیادوں کی دوسری طرف درمیان سے تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر دھوئیں کے آثار نظر آتے ہیں۔ مجھے احساس ہوتا ہے کہ یہ کسی کی سازش ہے جو اس عمارت کو تباہ کرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ مَیں اپنی ہمجولیوں کی توجہ اس طرف مبذول کرنے کی کوشش کرتی ہوں لیکن وہ دھیان نہیں دیتیں۔ مَیں اکیلی دوبارہ بنیادوں کے گرد چکر کاٹنا شروع کر دیتی ہوں اور اس مقام پر پہنچ جاتی ہوں جہاں

2۔ ریکارڈ تاریخ احمدیت کمیٹی جرمنی

سب سے پہلے دھواں دیکھا تھا۔اس وقت دھواں زیادہ بن گیا ہے۔دھوئیں کی اصلیت معلوم کرنے کے لئے مَیں نیچے جھک کر بنیاد کی اینٹوں کے درمیانی دَرز جہاں سے دھواں نکل رہا ہے کو بغور دیکھتی ہوں۔کیا دیکھتی ہوں کہ بنیاد کے ساتھ ہی زمین کھود کر کمرہ سا بنا ہوا ہے جس میں مزدوروں کے کچھ اوزار اور کچھ کٹے ہوئے درختوں کی سوکھی ہوئی ٹہنیاں پڑی ہیں۔مجھے خطرہ کا فوراً احساس ہوتا ہے کہ اگر دھنکی ہوئی لکڑی پر جلد پانی نہ ڈالا گیا تو یہ جلد آگ کی صورت اختیار کرلے گی اور پھر ساری عمارت کو اپنی لپیٹ میں لے لے گی۔مَیں فوراً پانی کے لئے دَوڑتی ہوں اور مٹی کی واڑی (جسے ہم جلسہ کے دنوں میں بطور لوٹا استعمال کرتے ہیں) پانی سے بھر کر لاتی ہوں۔اسی اثنا میں آپ چھوٹی آپا (محترمہ مریم صدیقہ صاحبہ) اور چند افراد خاندان کے ہمراہ بنیادوں کو دیکھنے کے لئے تشریف لا چکے ہوتے ہیں۔مَیں اس مقام پر جلدی سے پانی اُنڈیل کر دوڑ کر آپ کے پاس پہنچتی ہوں اور دھوئیں کا ذکر کرتی ہوں۔چھوٹی آپا فوراً اس طرف توجہ مبذول کرتی ہیں اور ہم ان مقامات پر پانی ڈالنے کا کام تیزی سے شروع کر دیتے ہیں۔خاکسارہ امۃ الکریم بنت ڈاکٹر غلام علی مرحوم‘‘۔[3]

محترمہ امۃ الکریم صاحبہ برلن اور بون میں رہائش کے دوران جرمن مشن کے ساتھ مستقل رابطہ میں رہیں اور مبلغ انچارج کے نام لکھے ہوئے آپ کے متعدد خطوط دفتر تاریخ احمدیت جرمنی کے ریکارڈ میں موجود ہیں۔چودھری عبداللطیف صاحب کے نام لکھے گئے آپ کے خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ یونیورسٹی میں تبلیغ کرتیں اور آپ کے ذریعہ ایک جرمن خاتون Jutta Muth نے اسلام قبول کیا۔تاہم خاندانی دباؤ کی وجہ سے بعد ازاں لاتعلقی کا اظہار کر دیا۔محترمہ امۃ الکریم صاحبہ کو جرمنی میں قیام کے دوران مسجد فضل عمر ہمبرگ کے افتتاح کی تقریب میں شامل ہونے کا موقع بھی ملا۔[4]

پاکستان واپس جانے کے بعد محترمہ امۃ الکریم صاحبہ کو سندھ یونیورسٹی کے شعبہ عربی میں سینئر لیکچرار کی نوکری کی پیشکش ہوئی۔اس سلسلہ میں حضرت مصلح موعودؓ سے اجازت لینے کے ضمن میں آپ لکھتی ہیں:

3۔الفضل 6 ستمبر 1956ء، صفحہ 4
4۔ریکارڈ تاریخ احمدیت کمیٹی جرمنی سال 1956ء

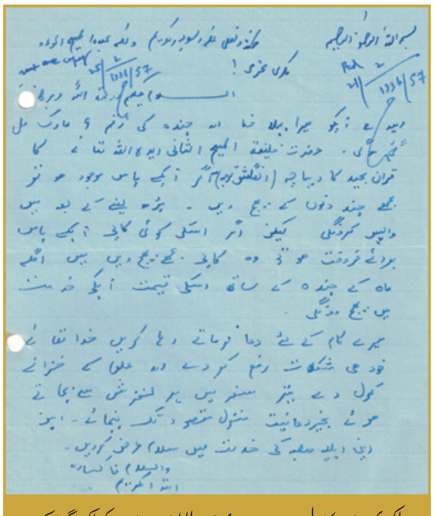

امۃ الکریم صاحبہ کا برلن سے چودھری عبداللطیف صاحب کو لکھا گیا ایک خط

’’یونیورسٹی میں Co-education ہوتی ہے۔ وہاں پڑھانے کے لئے حضورؓ سے اجازت کے بغیر کام کرنے کا تصوّر بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔چنانچہ مَیں اپنی والدہ اور نانا جان کے حکم پر حضورؓ کے پاس گئی۔اور یونیورسٹی میں کام کرنے کے لئے اجازت طلب کی۔مجھے بی اے آنرز اور ایم اے کی کلاسیں لینی تھیں۔جہاں عورتوں کے علاوہ مرد طلبا بھی تھے۔حضورؓ نے ایک ہی بات کی۔فرمایا ’’مردوں کو پڑھا لوگی؟‘‘ اس پر مَیں نے جواب دیا وَما توفیقی الا باللّٰہ۔اس پر مجھے اجازت مل گئی۔مَیں جب بھی حضورؓ کے پاس جاتی وہاں سے ان کی دعاؤں کے ساتھ لَوٹتی‘‘۔[5]

آپ نے سندھ یونیورسٹی میں دس سال تدریس کے فرائض سرانجام دیئے اور اپنے طلبا و طالبات کو M.A. اور Ph.D. کرواتی رہیں۔اسی طرح پاکستان پبلک سروس کمیشن میں عربی زبان کے ماہر کی حیثیت سے ممبر بھی رہیں۔اس دوران پاکستان کی تمام یونیورسٹیوں میں ایم۔اے عربی اور اسلامیات کی ممتحن بھی رہیں۔1970ء میں ملکی حالات کے پیش نظر آپ کو یونیورسٹی کی ملازمت چھوڑنی پڑی اور پھر کنٹونمنٹ کالج برائے خواتین پشاور میں پرنسپل مقرر ہوئیں۔یہ کالج بعد میں فیڈرل گورنمنٹ کالج بن گیا اور پاکستان آرمی ایجوکیشن کور کے زیرِانتظام کام کرتا رہا۔یہاں بیس برس تک کام کرنے کے بعد بیسویں گریڈ میں ریٹائرڈ ہوئیں۔دورانِ ملازمت آپ ڈیپوٹیشن پر فرانکفرٹ یونیورسٹی جرمنی، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد (پاکستان) اور نائیجیریا میں بھی بحیثیت پروفیسر عربی اور اسلامیات پڑھاتی رہیں۔علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی میں تقرری کے دوران آپ پاکستان ٹیلیویژن پر ’’العربی سھلاً‘‘ پروگرام میں عربی کے اسباق دیتی رہیں۔آپ اردو، پنجابی اور انگریزی کے علاوہ عربی اور جرمن زبانیں بھی روانی سے بولتی تھیں، سندھی زبان بھی لکھ پڑھ لیتی تھیں۔آپ کا ذکر Biographical Encyclopaedia of Pakistan میں نمایاں طور پر شائع ہوا۔حکومت پاکستان کی طرف سے آپ کی خدمات کے اعتراف میں ایک نوٹیفکیشن میں آپ کے بارہ میں لکھا گیا:

5۔ریکارڈ تاریخ احمدیت کمیٹی جرمنی

Highest qualified lady in her subject and most qualified and experienced Principal of Federal Govt. Colleges of Pakistan[6].

محترمہ امۃ الکریم صاحبہ کی شادی اندازاً 1960ء کی دہائی کے اواخر میں مکرم ڈاکٹر طلعت علی شیخ صاحب سے ہوئی جو حضرت شیخ عزیز الدین صاحبؓ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نسل سے تھے۔آپ کی اولاد نہ تھی۔مرحومہ موصیہ تھیں۔آپ کے والد محترم نے آپ کی طرف سے چندہ تحریکِ جدید ادا کیا جس کے نتیجہ میں آپ بھی پانچ ہزاری مجاہدین میں شامل ہوگئیں۔18/مارچ 2002ء کو بعارضہ کینسر لندن میں وفات پائی اور احمدیہ قبرستان بروک وُڈ (Brookwood) کے قطعہ موصیان میں تدفین عمل میں آئی۔

مآخذ و مصادر: الفضل 6 ستمبر 1956ء، ریکارڈ تاریخ احمدیت کمیٹی جرمنی، اخبار احمدیہ لندن ستمبر 2002ء صفحہ 20، رسالہ انصارالدین برطانیہ جنوری فروری 2023ء

6- اخبار احمدیہ لندن ستمبر 2002ء، صفحہ 20،

قطعہ موصیان Brookwood برطانیہ میں مرحومہ کی آخری آرامگاہ

احمدیت ہی حقیقی اسلام ہے

ڈاکٹر ٹلٹاک کے بعض سوالات اور حضرت مصلح موعودؓ کے ایمان افروز جوابات

ڈاکٹر کرٹ ٹلٹاک (Dr Curt Tiltack) جماعت احمدیہ کے بارہ میں ایک کتاب لکھنا چاہتے تھے۔مکرم چوہدری عبداللطیف صاحب مبلغ جرمنی نے انہیں ’’احمدیت یعنی حقیقی اسلام‘‘ از حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ مطالعہ کے لئے دی جس کی مدد سے انہوں نے خاصہ مواد جمع کرلیا۔مزید راہنمائی اور وضاحت کے لئے ڈاکٹر ٹلٹاک نے یکم دسمبر 1952ء کو بذریعہ مکتوب حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں چار سوالات بھجوائے۔حضورؓ نے ان سوالات کے جواب میں ایک حقیقت افروز مکتوب تحریر فرمایا جس کا مکمل متن درج ذیل کیا جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

آپ کا خط مورخہ یکم دسمبر 52ء ملا۔ آپ کے دریافت کردہ سوالات کے جواب مندرجہ ذیل ہیں۔

پہلا سوال۔کیوں احمدیہ جماعت حقیقی اسلام ہے؟

جواب۔احمدیہ جماعت کی نسبت جو یہ کہا جاتا ہے کہ وہ حقیقی اسلام ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام اس امر کا مدعی ہے کہ اس کی تعلیم آخری تعلیم ہے۔ جو حصہ اجتہاد کے لئے چھوڑا گیا ہے اس میں ماہرین اسلام کو اجتہاد کرنے کا حق حاصل ہے اور جمہور اسلام کو بھی اجتہاد کرنے کا حق حاصل ہے۔ لیکن وہ اجتہاد ایسے لوگوں پر نہ حُجّت ہے اور نہ ان کو پابند کرسکتا ہے جو اس اجتہاد سے متفق نہیں۔ ہرشخص کے سامنے ایسا مسئلہ آجائے گا اگر اس کی عقل اسے تسلیم کرے گی تو وہ مانے گا اگر عقل تسلیم نہیں کرے گی تو نہیں مانے گا۔ لیکن کچھ حصہ شریعت اسلام کا ایسا ہے جو بطور نص کے آیا ہے یعنی قرآن کریم یا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں میں اس کو واضح طور پر بیان کردیا گیا ہے۔ اور اس کے متعلق ترجمہ یا تشریح کا تو سوال پیدا ہوسکتا ہے اجتہاد کا سوال پیدا نہیں ہوسکتا۔ ایسی تعلیم اسلامی نقطہ نگاہ سے غیر متبدل ہے جو ایسی تعلیم کو نہیں مانتا اسے یہ تو حق حاصل ہے کہ وہ کہے کہ قرآن کا ترجمہ غلط کردیا گیا ہے جسے وہ لغت اور صَرف و نَحو کے قواعد سے ثابت کرسکتا ہے۔ لیکن اسے یہ حق حاصل نہیں کہ وہ یہ کہے کہ گو مفہوم لفظوں سے یہی نکلتا ہے مگر میں زمانہ کی ضرورتوں کے لحاظ سے اس میں فلاں فلاں تبدیلی پسند کرتا ہوں۔

اس تشریح سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اسلام کی اس تعلیم کے بموجب اب کوئی نیا مذہب نہیں آسکتا۔ کیونکہ جیسا کہ بتایا گیا ہے اسلام کا دعویٰ ہے کہ اس کی تعلیم دائمی ہے۔ پس اگر کوئی فرقہ نیا پیدا ہوتا ہے جو پرانے فرقوں سے اختلاف رکھتا ہے اور اس کا اختلاف بہت نمایاں نظر آتا ہے تو پرانے عوام یہ خیال کرتے ہیں کہ شاید ان لوگوں نے اسلام سے باہر کوئی نیا مذہب نکالا ہے۔ اسی طرح غیر مسلم لوگوں کو بھی یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ شاید یہ کوئی نیا مذہب ہے۔ پس اس شبہ کو دور کرنے کے لئے یہ لکھا جاتا ہے کہ احمدیت ہی حقیقی اسلام ہے۔ یعنی احمدیت کوئی نیا مذہب نہیں ہے بلکہ جہاں وہ دوسرے فرقوں سے اختلاف کرتی ہے وہاں وہ یہ دعویٰ بھی کرتی ہے کہ یہ اختلاف اسلام سے نہیں ہے بلکہ موجودہ فرقوں سے ہے۔ اسلام کی صحیح تشریح وہی ہے جو کہ احمدیت پیش کرتی ہے۔

اب رہا یہ سوال کہ اس کا دعویٰ کہاں تک سچ ہے سو اس سوال کا فیصلہ اسی طرح کیا جائے گا جس طرح ہر سچائی کا کیا جاتا ہے۔ یعنی ہر انسان کو خدا تعالیٰ نے عقل دی ہے وہ اپنی عقل سے احمدیت کے دلائل کا موزانہ کرے گا اور پھر فیصلہ کرے گا۔ اگر احمدیت جو قرآن کی تشریح پیش کرتی ہے وہ قرآنِ کریم کی دوسری آیتوں کے مطابق ہے اور لغت عربی اور عربی گرامر دونوں اس کی تصدیق کرتی ہیں یا اسے جائز قرار دیتی ہیں اور عقل بھی اور ضمیر انسانی بھی انہی معنوں کی تصدیق کرتی ہے تو ماننا پڑے گا کہ احمدیت والی تشریح ہی درست ہے دوسری تشریح غلط ہے۔ اور چونکہ وہ تشریح ہے کوئی نیا عقیدہ نہیں ہے اس لئے اگر وہ تشریح درست ہے تو پھر احمدیت ہی حقیقی اسلام ہے اور جو لوگ اس کے خلاف عقیدہ بیان کرتے ہیں وہ درحقیقت اسلام سے دور جا پڑے ہیں اور اپنے خیالات کو اسلام کے نام سے پیش کرتے ہیں۔

دوسرا سوال۔ احمدی لوگ ابراہیمؑ، موسیٰؑ، بدھؑ، زرتشتؑ اور مسیحؑ کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

جواب۔ یہ سوال جو آپ نے کیا ہے یہ بھی اوپر والے سوال کا ایک حصہ ہے۔ اس سوال کے متعلق احمدیت

جو تعلیم دیتی ہے وہ اس وقت کے مسلمانوں کے لئے عجوبہ ہے اور وہ اس تعلیم کی وجہ سے بھی احمدیوں کو اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔لیکن جیسا کہ بتایا جائے گا یہ ان کی غلطی ہے۔ درحقیقت ان کا اپنا عقیدہ اسلام سے خارج ہے۔ جہاں تک ابراہیمؑ، موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کا سوال ہے ان کے متعلق سب مسلمان متفق ہیں کیونکہ ان تینوں نبیوں کا نام قرآنِ کریم میں آیا ہے اور ان کی نبوت کا اقرار کیا گیا ہے۔حضرت مسیحؑ کے متعلق احمدیت کو غیر احمدی مسلمانوں سے اتنا اختلاف ہے کہ احمدی عقیدہ کے مطابق قرآنِ کریم سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں (سورہ مائدہ آیت 117 و آل عمران آیت 55 و نساء آیت 158) لیکن غیر احمدیوں کے نزدیک حضرت مسیحؑ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں اور اب تک زندہ ہیں۔ یہ عقیدہ عیسائیوں والا عقیدہ نہیں کیونکہ عیسائیوں کے نزدیک مسیحؑ صلیب پر چڑھائے گئے اور اس پر فوت ہوگئے اور پھر زندہ کئے گئے۔مسلمان اس کو نہیں مانتے۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ جب مسیح کو صلیب پر چڑھانے کے لئے یہودی اور گورنمنٹ کی پولیس پکڑنے کے لئے گئی تو خدا تعالیٰ نے ان کو آسمان پر اُٹھا لیا اور یہودا اسکریوطی کو یا کسی اور یہودی کو (اس میں ان کے اندر اختلاف ہے) مسیحؑ کی شکل دے دی گئی اور پولیس اور یہودیوں نے اس شخص کو مسیح سمجھ کر صلیب پر لٹکا دیا اور وہ اس پر مر گیا۔احمدیہ عقیدہ یہ ہے کہ مسیحؑ صلیب پر لٹکایا گیا لیکن قرآنِ کریم کے رُو سے وہ صلیب پر مرا نہیں اور انجیل کے رُو سے وہ صلیب پر سے زندہ اُتار لیا گیا جیسا کہ صلیبی واقعات سے اور نیزہ مارنے کے واقعات سے ثابت ہوتا ہے کیونکہ نیزہ مارنے پر سیال خون نکلا ہے۔ مردے میں سے خون نہیں نکلا کرتا۔ گو انجیل نے اس کو خون اور پانی کے لفظ سے بیان کیا ہے مگر خون اور پانی الگ الگ تو نکلا نہیں کرتے۔ درحقیقت سیال خون کو ہی خون اور پانی کے لفظوں سے بیان کیا گیا ہے اور یہ ہمیشہ زندوں میں سے نکلا کرتا ہے۔ اسی طرح خود مسیحؑ نے اپنے متعلق جو پیشگوئیاں کی ہیں ان سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ زندہ ہی صلیب سے اتارا گیا اور زندہ ہی قبر میں رکھا گیا۔ کیونکہ اس نے اپنے صلیب کے واقعہ کو یونسؑ نبی کے مچھلی کے پیٹ میں جانے والے واقعہ کے مشابہہ قرار دیا ہے۔ اور یونسؑ نبی مچھلی کے پیٹ میں زندہ ہی گیا تھا اور زندہ ہی نکلا تھا۔ پس اس پیشگوئی کے مطابق مسیحؑ بھی زندہ ہی قبر میں داخل ہوا اور زندہ ہی نکلا۔ اسی طرح صاف لکھا ہے کہ مسیحؑ نے تھوما کو کہا کہ میرے زخموں میں انگلیاں ڈال۔ مسیحیوں کے عقیدہ کے مطابق مسیح کا جسم تو انسان کا جسم تھا وہ آسمان پر نہیں گیا نہ وہ آسمان سے آیا تھا اور صلیب جسم کو دی گئی تھی نہ کہ روح کو۔ پس زخموں کا موجود ہونا اور تھوما سے اس میں انگلیاں ڈلوانا بتاتا ہے کہ مسیح اسی حیثیت سے دنیا میں موجود تھا جس حیثیت سے وہ صلیب سے پہلے تھا۔صرف صلیب سے زخم اس پر آگئے تھے۔ اسی طرح لکھا ہے کہ مسیحؑ کہتا ہے کہ میں بنی اسرائیل کی گمشدہ بھیڑوں کو جمع کرنے کے لئے آیا ہوں۔ لیکن صلیب سے پہلے تو مسیحؑ کو گمشدہ بھیڑوں تک جانے کا کبھی موقع ہی نہیں ملا۔ پس یقیناً وہ صلیب سے زندہ اتارا گیا اور پھر گمشدہ بھیڑوں کی طرف یعنی ایران، افغانستان اور کشمیر کی طرف گیا جیسا کہ تاریخ سے ثابت بھی ہے۔ اس کے متعلق آپ بانی سلسلہ احمدیہ کی کتاب ''مسیح ہندوستان میں'' پڑھیں یا سلسلہ کے مبلغ مولوی جلال الدین صاحب شمسؓ کی کتاب Where Did Jesus Die? دیکھیں۔

بدھ اور زرتشت کے متعلق دوسرے مسلمانوں کا خیال یہی ہے کہ وہ جھوٹے تھے مگر احمدیت کہتی ہے کہ وہ بھی سچے نبی تھے کیونکہ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ صاف فرماتا ہے وَ اِنۡ مِّنۡ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیۡہَا نَذِیۡرٌ (سورہ فاطر: 24) کوئی قوم دنیا میں ایسی نہیں جس میں نبی نہ آئے ہوں۔ یہی عقیدہ عقل کے مطابق ہے اور جب قرآن مانتا ہے کہ کئی قوموں کے نبیوں کا اس نے ذکر نہیں کیا لیکن آئے وہ ضرور ہیں۔ اور جب ہمیں نظر آتا ہے کہ مختلف ملکوں میں ایسے لوگ گزرے ہیں جنہوں نے نہایت اعلیٰ درجہ کی تعلیم دی ہے اور باوجود اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کرنے کے اللہ تعالیٰ نے انہیں تباہ نہیں کیا اور بڑی بڑی جماعتیں ان کے ذریعہ قائم ہوئی ہیں حالانکہ بائبل اور قرآن کے رُو سے جھوٹے نبی کامیاب نہیں ہوتے بلکہ تباہ کئے جاتے ہیں تو ہمیں ماننا پڑتا ہے کہ یہ لوگ نبی تھے۔ اور اگر ہم ان کو نبی نہ مانیں تو قرآنِ کریم کا یہ دعویٰ جھوٹا ہوتا ہے کہ ہر قوم میں نبی آئے تھے۔

غیر احمدی کہتے ہیں کہ قرآنِ کریم نے نام نہیں لیا۔

ہم کہتے ہیں کہ ٹھیک ہے قرآن نے نام نہیں لیا اور نہ وہ دنیا کے سارے نبیوں کا نام لے سکتا تھا۔ وہ کوئی Statistics کی کتاب نہیں ہے۔ لیکن جب وہ کہتا ہے کہ ہر قوم میں نبی آئے تو جو لوگ ان قوموں میں ایسے پائے جاتے ہیں جن پر نبیوں کے حالات صادق آتے ہیں۔ کوئی وجہ نہیں کہ ہم ان کی نبوت کا اقرار نہ کریں۔

تیسرا سوال آپ کا یہ ہے کہ مذاہب کے لئے احمدیت کیا اہمیت رکھتی ہے اور سوشل لحاظ سے پولیٹیکل لحاظ سے وہ بنی نوع انسان کو کیا فائدہ بخشتی ہے؟

اس سوال کا اصل جواب تو یہ ہے کہ احمدیت کوئی نیا مذہب نہیں ہے جیسا کہ اوپر بتایا جا چکا ہے وہ True اسلام ہے اس لئے سوشل اور پولیٹیکل Welfare کے لحاظ سے جو اسلام دنیا کو فائدہ بخش سکتا ہے وہی فائدہ احمدیت دنیا کو بخشتی ہے۔ Practically یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ اسلام کی تعلیم ان دونوں امور کے لئے ایک Dead Letter کے طور پر ہو چکی تھی۔ مسلمان ایک لمبے عرصہ کی کامیابیوں کے بعد مختلف قسم کی خرابیوں میں مبتلا ہوگئے تھے اور چونکہ وہ مذہبی آدمی تھے ان کی کانشنس ان کو ملزم کرتی رہتی تھی اور کانشنس کے الزام کو انسان زیادہ دیر تک برداشت نہیں کرسکتا۔ اس لئے ان کے لئے دو ہی رستے کھلے رہ گئے تھے۔ یا تو وہ اپنی بداعمالیوں کو چھوڑ کر صحیح اسلامی تعلیم کی طرف واپس آجاتے تب ان کی کانشنس ان کو الزام دینا چھوڑ دیتی مگر وہ اتنے سست ہو چکے تھے اور صحیح عمل سے اتنے

دور ہو چکے تھے کہ وہ اس بات کو ناممکن پاتے تھے۔ دوسرا رستہ ان کے لئے یہ کھلا تھا کہ وہ مذہب کی تشریح ایسے رنگ میں کردیں کہ وہ ان کی بداعمالیوں کو جائز قرار دے دے اور ان کی موجودہ حالت کو عین مذہبی حالت بنادے۔ اگر ایسا ہو جاتا تو پھر بھی وہ ضمیر کی ملامت سے بچ جاتے تھے۔ یہ رستہ زیادہ آسان تھا انہوں نے اس رستہ کو قبول کرلیا۔ احمدیت نے آکر پھر صحیح اسلامی تعلیم دنیا کے سامنے پیش کردی اور ضمیر کو ان قیدوں سے آزاد کردیا جو کہ گزشتہ صدیوں میں اس کے اوپر لگا دی گئی تھیں۔ اب وہ پھر زندہ ہوگی اور ادھر اسلام کی تعلیم زندہ ہوگی۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ ضمیر اور عمل کی وہ جدوجہد جو قوموں کو ہمیشہ راہِ راست پر قائم رکھتی ہے احمدیت کی وجہ سے پھر جاری ہوجائے گی اور چونکہ اسلامی تعلیم سوشل اور پولیٹیکل Welfare Of The Human Race کے لحاظ سے نہایت اعلیٰ درجہ کی ہے لازماً ایک احمدی اس کی نقل کرنے پر مجبور ہوگا اور اسے دیکھ کر دوسرے مسلمانوں کا بھی ایک حصہ۔ پس دنیا میں وہ اعلیٰ درجہ کی تعلیم پھر قائم ہوجائے گی جس کو اسلام دنیا کے فائدہ کے لئے لایا تھا مثلاً موٹی مثال یہ لیجئے کہ احمدیت کے نزدیک قرآنی تعلیم یہ ہے کہ کسی کو کسی عقیدہ کے ماننے پر مجبور نہ کیا جائے اور ہر انسان کو کوئی بات اپنے ماں باپ سے سن کر نہیں ماننی چاہئے بلکہ دلیل کے ذریعہ ماننی چاہیے۔ جب مسلمانوں کی قوتِ عملی مرگئی اور تبلیغ کی مشکلات برداشت کرنے کی طاقت ان میں نہ رہی تو انہوں نے اس اسلامی تعلیم کو بدل کر یہ تعلیم بنالی کہ غیرمسلم کو زبردستی مسلمان بنانا جائز ہے اور اگر کوئی مسلمان اپنا عقیدہ چھوڑ دے تو اس کو قتل کردینا ضروری ہے۔ اس طرح انہوں نے سمجھا کہ ایک طرف تو اسلام بالکل محفوظ ہوگیا اب اس میں سے کوئی شخص باہر نہیں جائے گا۔ دوسری طرف بغیر تبلیغ کی مشکلات برداشت کرنے کے ہم کبھی کبھار غیرمسلموں کو مسلمان بنانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ لیکن اس سے ایک طرف تو مسلمانوں کا مذہب عقل اور محبّت کا مذہب نہ رہا۔ بلکہ ڈر اور بیوقوفی کا مذہب ہوگیا۔ دوسری طرف غیرقوموں اور مسلمان کے تعلقات بگڑ گئے۔ اب احمدیت نے اس تعلیم کو درست کیا ہے۔ جب غیرقوموں کو معلوم ہوگا کہ اسلام تبلیغ اور دلائل کے ذریعہ سے سچائی کو پیش کرتا ہے اور تمام اقوام کو اپنا بھائی قرار دیتا ہے تو یقیناً پولیٹیکل تعلقات اور سوشل تعلقات اچھے ہوجائیں گے اور تلوار سے مسلمان بنانے کی بجائے مسلمان تبلیغی جدوجہد کرے گا اور اس میں قربانی اور ایثار اور صبر کا مادہ پیدا ہوگا اور ہر مسلمان جب یہ سمجھے گا کہ میں آزادی سے اپنے متعلق فیصلہ کرسکتا ہوں تو جہاں وہ غیرمذاہب سے متعلق تحقیقات کرے گا وہاں وہ اپنے مذہب کے متعلق بھی تحقیقات کرے گا اور آئندہ وہ ورثہ کا مسلمان نہیں ہوگا بلکہ ایک محقق کی حیثیت پیدا کرلے گا اور نہ صرف اس کا اپنا مذہب مضبوط ہوگا بلکہ وہ انسانی سوسائٹی کا نہایت مفید اور کارآمد وجود ہوجائے گا۔

میں اس مضمون کے متعلق زیادہ تفصیل سے نہیں لکھتا اس لئے کہ مَیں بتا چکا ہوں کہ احمدیت کوئی نیا مذہب نہیں ہے۔ اس بارہ میں جو اسلام کی تعلیم ہے وہی احمدیت کی تعلیم ہے۔ اگر آپ نے میری کتاب ''احمدیت'' دیکھی ہے تو آپ ان دونوں امور کے متعلق جو اسلام کی تعلیم اس میں لکھی ہے اسے دیکھ لیں۔ گو مختصر ہے مگر بہرحال ان دونوں مضامین پر وہ روشنی ڈالتی ہے اور جو روشنی وہ ڈالتی ہے وہی فائدہ احمدیت پولیٹیکل اور سوشل لحاظ سے دنیا کو پہنچائے گی۔

چوتھے سوال کا جواب آپ کو بعد میں بھجوایا جائے گا[1]۔

چونکہ یہ پہلا خط ہے جو آپ کی طرف سے ہمیں موصول ہوا اس لئے ہم پوری طرح یہ نہیں سمجھ سکتے کہ حقیقتاً آپ کے سوالات کی بیک گراؤنڈ کیا ہے۔ اس لئے اس خط کو پڑھنے کے بعد آپ دلیری سے اپنے خیالات کا اظہار کریں اور جو کچھ آپ کے دل میں سوالات پیدا ہوں وہ ہمیں تفصیل سے لکھیں۔ ہم آپ کے ہر سوال کا خوشی سے جواب دینے کے لئے تیار ہیں''۔

(تاریخ احمدیت جلد 13 صفحہ 138 تا145)

1۔ چوتھا سوال یہ تھا کہ احمدیہ جماعت کی تاریخ، نظام، تبلیغ اور تعداد کی وضاحت فرمائیں۔

جلسہ یوم مسیح موعود علیہ السلام

اللہ تعالیٰ کے فضل سے لوکل امارت میورفیلڈن والڈورف کو 24 مارچ 2024ء بروز اتوار جلسہ یوم مسیح موعودؑ منانے کی توفیق ملی۔ جلسہ کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جو مکرم مرزا عطاءالحلیم صاحب نے سورۃ الجمعہ کی پہلی چار آیات سے کی اور جرمن زبان میں ترجمہ پیش کیا۔ جبکہ اردو ترجمہ پیش کرنے کی سعادت خاکسار کو حاصل ہوئی۔ بعدازاں مکرم رضوان احمد جٹھول صاحب نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منظوم کلام بعنوان ''محاسنِ قرآن کریم'' سے منتخب اشعار پیش کیے اور مکرم علی شاہد صاحب نے ان اشعار کا جرمن ترجمہ پیش کیا۔ جلسہ کی پہلی تقریر جرمن زبان میں مکرم حمزہ محمود صاحب نے ''حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ سے محبّت'' کے عنوان پر کی۔ اس تقریر کے بعد چاند اور سورج گرہن کی پیشگوئی کے بارہ میں ایک ویڈیو دکھائی گئی۔

جلسہ میں ایک کوئز پروگرام بھی کیا گیا اور صحیح جوابات دینے والوں کو موقع پر ہی انعامات دیئے گئے۔ جلسہ کی اختتامی تقریر مکرم نفیس احمد عتیق صاحب مربی سلسلہ نے سیرت حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے موضوع پر کی۔ اس بابرکت جلسہ کے آخر میں مکرم مبشر احمد باجوہ صاحب لوکل امیر میورفیلڈن والڈورف نے شاملین جلسہ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اِختتامی کلمات کہے اور مکرم نفیس احمد عتیق صاحب مربی سلسلہ نے دعا کروائی۔ خدا کے فضل سے اس جلسہ میں 348 افراد کو مسجد میں شرکت کی توفیق ملی۔ پروگرام کے آخر میں شاملین جلسہ کے لئے افطار اور کھانے کا بھی انتظام تھا۔

(رپورٹ: نعمان یوسف، لوکل امارت میورفیلڈن والڈورف)

قسط سوم

آدھی صدی کا سفر

مکرم عرفان احمد خان صاحب۔ جرمنی

چند دن مایوسی اور افسردگی کے بادل چھائے رہے لیکن آخر کب تک۔ بہر حال ایک دن باہر نکلنا تھا اور زندگی کی نئی دوڑ میں شامل ہونا تھا۔ جو صلاح مشورے ہوئے اس میں فیصلہ یہی ہوا کہ میں تلاش روزگار کے لئے کراچی چلا جاؤں چنانچہ ماہ فروری 1972ء کے آخری ایام تھے کہ مَیں ایک چھوٹا صندوق لیے تین تعارفی خطوط جیب میں ڈال کر ربوہ سے جرمنی کی بجائے کراچی کے لئے روانہ ہوا۔ ان تین تعارفی خطوط میں سے ایک تو میرے والد کا مکرم ظفر چودھری صاحب کے نام خط تھا جو ان دنوں قومی ایئرلائن کے چیئرمین تھے۔ دوسرا خط استاذی المحترم ڈاکٹر پروازی صاحب کا مکرم کنور ادریس صاحب کے نام تھا جو ان دنوں کراچی کے ڈپٹی کمشنر تھے اور تیسرا خط استاذی المحترم چودھری محمد علی صاحب کا مکرم حبیب اللہ بٹ صاحب کے نام تھا جو بروک بانڈ کمپنی کے غالباً مینیجنگ ڈائریکٹر تھے۔

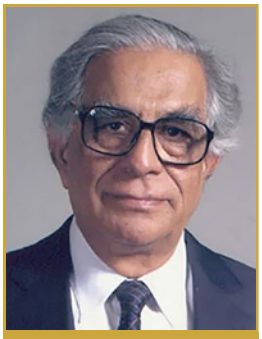

مکرم کنور ادریس صاحب

کراچی پاکستان کا سب سے بڑا صنعتی شہر تھا۔ چھوٹے شہروں اور قصبات میں رہنے والے شہریوں پر اس کا ایک رُعب تھا۔ کراچی سے مرعوب ہونے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ چھوٹے شہروں کے جو لوگ کراچی کو سدھارے وہ سالانہ

مکرم حبیب اللہ بٹ صاحب

تعطیلات پر گھر آتے تو ان کی بیان کردہ کہانیاں پُرکشش لگتیں۔ مثلاً کراچی شہر میں ریلوے کے ایک سے زائد اسٹیشن کی موجودگی مجھے ورطۂ حیرت میں ڈالتی تھی۔ کراچی اُترا تو اس کو واقعی پنجاب کے شہروں سے مختلف پایا۔ میں وہاں ابھی سنبھل نہ پایا تھا کہ ایک صبح اس خبر کی گونج میرے کانوں سے ٹکرائی کہ ظفر چودھری صاحب کو پاک فضائیہ کا سربراہ مقرر کر دیا گیا ہے۔ مَیں جو کراچی کے راستوں سے ناواقف تھا اس خبر کے کان میں پڑتے ہی کراچی ایئرپورٹ کی طرف بھاگا۔ پی آئی اے ہیڈ کوارٹر کا پتہ کیا۔ وہاں پہنچا تو معلوم پڑا کہ چودھری صاحب مڈوے ہاؤس میں میٹنگ میں مصروف ہیں۔ مڈوے ہاؤس کا پتہ معلوم کر کے وہاں پہنچا تو گہرے شیشہ کی شاندار صاف ستھری عمارت دیکھ کر جس کے ہر دس قدم پر تازہ پھولوں کے گملے مزین تھے حیرت میں ڈوب گیا۔ اندر داخل ہوتے ہی دیدہ زیب لابی تھی جس میں دو طرف سے کشادہ سیڑھیاں اوپر جاتی تھیں۔ وہاں موجود سٹاف کو اپنا مدعا بیان کیا۔ انہوں نے اوپر سے نیچے تک مجھے دیکھا اور کہا کہ یہ خط ہمیں دے دیں۔ مَیں نے اصرار کیا کہ یہ خط میں ظفر چودھری صاحب کے ہاتھ میں دوں گا۔ نوجوان افسر نے مجھے کہا کہ آپ اس آخری Step کے پاس موجود رہیں جب وہ میٹنگ کے بعد نیچے اتریں گے تو آپ نے آگے بڑھ کر ان سے مخاطب ہونا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا چودھری صاحب کے ساتھ قومی ایئرلائن کے افسران کی ایک خاصی تعداد تھی۔ مَیں نے ذرا بلند آواز میں سلام عرض کیا۔ چودھری صاحب نے میری طرف دیکھا تو مَیں نے یہاں آنے کی غرض بیان کی۔ چودھری صاحب نے والد صاحب کا خط میرے ہاتھ سے لے کر وہاں ہی کھول کر پڑھا۔ اپنے ایک ساتھی سے انگریزی زبان میں مخاطب ہوئے اس خط پر کچھ مختصر لکھ کر اپنے اسی ساتھی کو دے کر مجھ سے کہا کہ مَیں نے پی آئی اے کا چارج ابھی دو منٹ پہلے چھوڑ دیا ہے۔ اپنے ساتھی کی طرف اشارہ کر کے کہا ان کے ساتھ رابطہ میں رہیں۔ وہ افسر مجھ سے مخاطب ہوئے کہ وہ ابھی مجھ سے بات کرتے ہیں۔ آنکھ جھپکنے کے اس منظر کے بعد افسران کا وہ جمِ غفیر ظفر چودھری صاحب کو الوداع کہنے کار پورچ تک چلا گیا۔ الوداع کرنے کا وہ قابلِ رشک منظر ابھی تک میری آنکھوں میں سمایا ہوا ہے۔ چودھری صاحب کو رخصت کر کے متعلقہ افسر میری طرف آئے۔ وہ خط انہوں نے دوبارہ پڑھا اور میرا کراچی میں رابطہ کے لئے ایڈریس پوچھ کر اسی خط پر نوٹ کر لیا۔ دو ہفتے بعد ڈاک میں جواب موصول ہوا جس کا مفہوم یہ تھا کہ ”قومی ایئرلائن آپ کے بغیر بھی بہت اچھی چل رہی ہے“ یہ تو تھا پہلے سفارشی خط کا حشر۔ باقی دو کے انجام کی روئیداد سے قبل ظفر چودھری سے پہلی اتفاقیہ ملاقات کا احوال قارئین کے لئے دلچسپی کا باعث ہوگا۔

مکرم میجر شمیم صاحب

مَیں جب نویں یا دسویں جماعت کا طالبِ علم تھا تو میری والدہ معدہ کی کسی تکلیف میں مبتلا ہوگئیں۔ فضل عمر ہسپتال کے علاج کے علاوہ ربوہ میں جو معالجین موجود تھے ان کی بھی مدد حاصل کی گئی۔ جب افاقہ نہ ہوا تو کسی نے سرگودھا میں ایک ماہر ڈاکٹر ابوالحسن کو دکھانے کا مشورہ دیا۔ والد صاحب روزنامہ سے منسلک تھے صبح کے اوقات میں بہت زیادہ مصروف ہوتے۔ ایک روز اخبار کی کاپی طباعت

مکرم نعیم احمد خان صاحب

کے لئے پریس کے حوالے کرنے کے بعد سرگودھا کا سفر اختیار کیا گیا۔ والد صاحب مجھے بھی ساتھ لے گئے کہ بچے کی سیر ہو جائے گی۔ جب ہم ڈاکٹر ابوالحسن کے کلینک پہنچے تو کڑا کے کی دوپہر ہو چکی تھی۔ کلینک کو ہم نے بند پایا اور اب اس نے شام پانچ بجے دوبارہ کھلنا تھا۔ ہم باپ بیٹے کے سامنے یہ سوال کھڑا تھا کہ دوپہر کہاں گزاری جائے۔ ہم بِن بلائے مہمان سکواڈرن لیڈر محترم رشید قیصرانی صاحب کے ہاں جا پہنچے۔ انہوں نے ابتدائے جوانی میں ایک سال الفضل میں گزارا تھا۔ اس روز قیصرانی صاحب نے بتایا کہ سرگودھا بیس کے نئے اسٹیشن کمانڈر ائیر کموڈور ظفر چودھری کا تعلق بھی اپنے قبیلہ سے ہے۔ اس پر والد صاحب نے اپنے میزبان کو بتایا کہ ظفر چودھری اپنے دَور طالب علمی میں میرے شاگرد رہے ہیں۔ میں دہلی میں دو سال تک ان کے مکان پر روزانہ حاضر ہوا کرتا تھا۔ لیکن اب مجھے ان سے ملے ایک زمانہ گزر چکا۔ قیصرانی صاحب نے والد صاحب سے پوچھ کر چودھری صاحب سے ٹیلیفونک رابطہ کیا۔ چودھری صاحب نے ملنے پر رضامندی ظاہر کی۔ چنانچہ ہم ان کے مکان پر حاضر ہوئے۔ وہ دونوں دہلی کے زمانہ کو یاد کرتے رہے اور مَیں محوِ حیرت ان کو تکتا رہا۔ البتہ اس شام پینے والے سکواش کا مزہ آج بھی زبان پر محسوس کرتا ہوں۔

جن دنوں سیّد قاسم رضوی کمشنر سرگودھا تھے وہ مکرم ڈاکٹر پرویز پروازی صاحب سے اپنی دوستی کا فائدہ اٹھا کر اپنی ادبی پیاس بجھانے اکثر ربوہ آ جایا کرتے تو کئی بار ان کو ظفر چودھری کی رفاقت میسر ہوتی البتہ چودھری صاحب سے گفتگو کا موقعہ ان کے حقوق انسانی کی انجمن HRCP کے دفتر میں ملنا شروع ہوا۔ ایک بار کراچی ائیر پورٹ پر جہاز کے انتظار میں لاؤنج میں بیٹھا تھا تو وہاں ظفر چودھری کے والد چودھری بشیر احمد صاحب مرحوم کی موجودگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان سے جا ملا۔ انہوں نے میرے دادا کے اس قدر واقعات بیان کئے کہ مجھے لگا یہ فیملی سیالکوٹ سے زیادہ دہلی میں رہائش پذیر رہی ہے۔

دوسرا تعارفی خط

دوسرا تعارفی خط مکرم کنور ادریس صاحب ڈپٹی کمشنر کراچی کے نام تھا۔ وہ جمعہ کی نماز احمدیہ ہال کی آخری صفوں میں ادا کرتے تھے اور جلد اپنی فوکس ویگن پر بیٹھ کر چلے جاتے۔ ایک جمعہ ان کے پہلو میں نماز ادا کی اور عرض کی کہ ڈاکٹر پروازی صاحب کا خط آپ کی خدمت میں پیش کرنا ہے۔ انہوں نے اتوار گیارہ بجے مکان پر آنے کو کہا، مَیں حسبِ ہدایت ان کی سرکاری رہائش گاہ پر حاضر ہو گیا۔ مجھ سے پہلے دو نوجوان وہاں موجود تھے۔ ان سے فارغ ہو کر کنور ادریس صاحب میری طرف متوجہ ہوئے۔ اس دوران میں ان کی غیر متوقع مہمان نوازی چائے کی پیالی سے فارغ ہو چکا تھا۔ خط پڑھ کر جو کھری بات انہوں نے کی وہ گو میرے اس وقت کے حالات میں مجھے اچھی نہ لگی ہو لیکن عملاً وہی ہوا جس کا انہوں نے اندیشہ ظاہر کیا تھا۔ ان دنوں مشرقی پاکستان کے علیحدہ ہو جانے کے بعد نئی نئی سیاسی حکومتیں قائم ہوئی تھیں اور سیاست دان اپنے سیاسی کارکنوں کو نوکریاں دلوانے کے لئے کافی دباؤ میں تھے۔ مکرم کنور ادریس صاحب نے کہا روزانہ اخبارات کا مطالعہ کر کے ملازمت کے اعلانات غور سے پڑھوں اور جہاں بھی حصول ملازمت کے لئے درخواست لکھوں وہ درخواست پہلے کنور ادریس صاحب کے پاس ان کے دفتر لے کر آؤں۔ وہ اس درخواست پر سفارشی ریمارکس لکھ دیں گے۔

میں جب بھی اس کام کے لئے ان کے پاس حاضر ہوا انہوں نے کبھی مجھے انتظار نہیں کروایا۔ فوراً اندر بلا لیتے۔ حصولِ ملازمت کی درخواست پڑھتے اور اسی کے مطابق ریمارکس لکھ کر مجھے واپس کر دیتے۔ نوکری دینا ان کے اختیار میں نہیں تھا لیکن جس بات سے میں بے حد متاثر ہوا وہ ان کا حسنِ سلوک تھا۔ ایک تو وہ کتنے بھی مصروف ہوں مجھے کبھی انتظار نہیں کروایا۔ دوسرے ہمیشہ کامیابی کی دعا دے کر رُخصت کیا جس سے میری ہمت بندھتی اور مَیں نے ایک ایسی نیکی کا عمل سیکھ لیا جو زندگی بھر میرے کام آیا۔ یہ سلسلہ کئی ماہ تک یونہی چلتا رہا کنور ادریس صاحب نے ایک بار بھی اکتاہٹ نہیں دکھائی بلکہ ایک دو بار متعلقہ کمپنی میں فون بھی کیا۔ ایک بار میرے ہاتھ سے درخواست پکڑتے ہی بے اختیار پکار اُٹھے نیشنل شپنگ کارپوریشن۔ فوراً فون ملایا اور مخاطب شخص سے بہت دوستانہ انداز میں گفتگو کی اور اس کو بتایا کہ میں ایک درخواست پر اپنا نوٹ تحریر کر رہا ہوں اس کو انٹرویو کی کال ضرور آنی چاہیے۔ فون بند کر کے مجھے بھی تسلی دی کہ نیشنل شپنگ میں میرا سول سروس کا ساتھی ہے اب آپ کا کام ہو جائے گا۔ ان کے اندازِ تکلّم میں جو پُراعتمادی تھی اس سے مجھے بھی لگا کہ امتحان کے دن اب ختم ہونے کو ہیں۔ لیکن قدرت مجھے جرمنی لے جانے کا فیصلہ کر چکی تھی

صرف وسیلہ کی راہ ہموار ہونا باقی تھا۔ چند دن بعد دوبارہ کنور ادریس صاحب کے پاس درخواست لے کر حاضر ہوا تو ذرا حیرانگی سے پوچھنے لگے نیشنل شپنگ والوں کی طرف سے انٹرویو کی کال نہیں آئی۔ میرا جواب سُن کر ان کے چہرے پر مایوسی کا تاثر ابھرا۔ میرے کاغذات سامنے رکھ کر سوچوں میں گم ہو گئے پھر ٹیلی فون کی طرف ہاتھ بڑھایا، رسیور پکڑا چند سیکنڈ کے توّقف کے بعد واپس رکھ دیا اور مجھ سے یوں مخاطب ہوئے۔ آپ پاسپورٹ بنوا لیں، اس میں آپ کی مدد کر سکتا ہوں پھر باہر قسمت آزمائیں۔ میں نے جواباً عرض کی پاسپورٹ تو بنا ہوا ہے۔ باہر جانے میں حالات اور وسائل رکاوٹ ہیں۔ کنور ادریس صاحب نے کہا باہر جانے کی کوشش جاری رکھیں اللہ آپ کی مدد کرے۔ کنور ادریس صاحب کی دعا کس طرح پوری ہوئی اس کی تفصیل تیسرے خط کی آپ بیتی کے بعد بیان کروں گا۔ اس واقعہ کے کم و بیش چالیس سال بعد مکرم نواب مودود احمد خان صاحب کی شفقت کی بدولت کراچی کلفٹن کی مسجد میں نماز جمعہ ادا کی تو صف میں میری برابر والی کرسی پر جو ادھیڑ عمر بزرگ جن کی آنکھوں کی بھنویں بھی سفید ہو چکی تھیں تشریف فرما تھے مَیں ان کو دیکھتے ہی پہچان گیا اور ان کے احسانات کو یاد کر کے میری آنکھیں چھلک آئیں۔ یہ میرے محسن محترم کنور ادریس تھے۔ (باقی آئندہ، ان شاءاللہ)

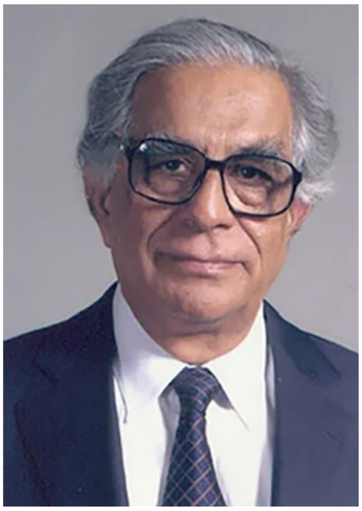

مکرم کنور ادریس صاحب

مکرم کنور ادریس صاحب مرحوم کا ذکرِ خیر

مکرم جمیل احمد بٹ صاحب

ایک معروف، انتہائی محنتی، نیک نام، محب وطن وجود، دیانتدار سرکاری افسر مکرم کنور ادریس صاحب ایک فعال، نافع الناس، نیک نام انسان۔ 90 سال کی لمبی زندگی گزار کر 3 مئی 2024ء بروز جمعۃ المبارک اپنے رب کے حضور حاضر ہوگئے، اناللہ و انا الیہ راجعون۔

حضرت مسیح موعودؑ کے صحابی حضرت چودھری محمد حسین صاحبؓ اور صحابیہ حضرت سردار بیگم صاحبہؓ کے پوتے ہونے کے ناطے اور اپنے والدین مکرم چودھری عزیز احمد باجوہ صاحب اور مکرمہ عظیمہ بیگم صاحبہ کی اعلیٰ تربیت کے نتیجہ میں آپ نے سچائی، دیانت، خدمت، احساس ذمہ داری اور نفع رسانی کی اعلیٰ احمدی روایات سے خوب حصہ پایا اور پھر اللہ نے اپنے فضل سے آپ کو ان کے اظہار کے مواقع بھی بہت عطا فرمائے، الحمدللہ۔

آپ نے 1959ء میں پاکستان سول سروس میں شمولیت اختیار کی اور 35 سالہ طویل عرصہ ملازمت میں مرکزی اور صوبائی حکومت کے مختلف اہم عہدوں پر فائز رہے۔ قبائلی علاقہ جات میں پولیٹیکل ایجنٹ، کئی محکموں کے فیڈرل سیکرٹری اور سندھ کے چیف سیکرٹری کے طور پر خدمات بجالانے کے علاوہ، آپ صوبہ سندھ کے ہوم سیکرٹری اور کمشنر کراچی بھی رہے۔ آپ ہمیشہ ایک نہایت ہی ایماندار اور فرض شناس افسر کے طور پر جانے جاتے تھے۔ ان کی ایمانداری کا برملا اور بے ساختہ اظہار ایک دفعہ ٹی وی کے ایک پروگرام میں ایک اور سینئر بیوروکریٹ اور سابق سیکرٹری داخلہ جناب تسنیم نورانی صاحب نے اس طرح کیا کہ میزبان کے اس سوال کے جواب میں کہ پاکستان کی بیوروکریسی میں کسی ایک ایماندار افسر کا نام بتا دیں، انہوں نے بلاتوقف جواب دیا۔ ''کنور ادریس''۔ آپ کا یہ حسن کردار اپنے والد کی اُس نصیحت کا نتیجہ تھا جو انہوں نے سول سروس میں شمولیت کے وقت آپ کو کی تھی۔ آپ کے چچازاد کرنل بشیر باجوہ صاحب کے بیان کے مطابق کنور ادریس صاحب نے انہیں بتایا کہ ''جب مَیں نے سول سروس میں شمولیت اختیار کی تو ابّا (چودھری عزیز احمد باجوہ صاحب) نے مجھے کہا کہ اگر کوئی مجھے یہ کہے کہ کنور ادریس فوت ہوگیا ہے تو مجھے اتنا افسوس نہیں ہوگا جتنا اگر کوئی یہ کہے کہ کنور ادریس نے رشوت لی ہے تو مجھے دکھ اور افسوس ہوگا''۔

ریٹائرمنٹ کے بعد آپ کی صلاحیتوں اور نیک نامی کے سبب آپ کو نجی سیکٹر میں خوش آمدید کہا گیا اور یکے بعد دیگرے کئی اہم کاروباری اداروں نے آپ کی خدمات سے فائدہ اٹھایا۔ ان میں پاکستان آٹو موبائل کارپوریشن، بینکرز ایکویٹی، الغازی ٹریکٹرز، اوریکس انویسٹمنٹ بنک، ہینو پاک موٹرز اور پاکستان آٹو موبائل مینوفیکچررز ایسوسی ایشن شامل ہیں۔ 1996ء میں حکومتوں کی تحلیل کے بعد سندھ کے عبوری وزیر اعلیٰ ممتاز علی بھٹو نے آپ کو کابینہ میں سینئر وزیر مقرر کیا۔ اور باوجود ایک گروہ کی مسلسل مخالفت کے آپ کو اس منصب پر فائز رکھا۔

مکرم کنور ادریس صاحب ایک اچھا ادبی ذوق رکھتے تھے۔ آپ ایک لمبے عرصے تک انگریزی اخبار روزنامہ ڈان کراچی میں باقاعدگی سے ہفتہ وار کالم لکھتے رہے جو ایڈیٹوریل صفحہ پر شائع ہوتا تھا۔ آپ نے حضرت چودھری ظفراللہ خان صاحب کی مشہور سوانح حیات 'تحدیثِ نعمت' کا انگریزی زبان میں ترجمہ بھی کیا۔ جس سے یہ اعلیٰ کتاب انگریزی داں حلقوں میں بھی متعارف ہوئی۔

آپ کی بعض جماعتی خدمات درج ذیل ہیں۔

1۔ 1998ء تا 2007ء مجلس عاملہ جماعت احمدیہ ضلع کراچی میں سیکرٹری امور خارجہ رہے۔

2۔ 2007ء میں کنور ادریس صاحب نے سپریم کورٹ میں ایک پٹیشن داخل کی کہ جنرل پرویز مشرف نے الیکشن ایکٹ میں ترمیم کرکے احمدیوں کی علیحدہ انتخابی فہرست بنانے کا جو قانون نافذ کیا ہے وہ امتیازی سلوک کا مظہر ہے۔ یہ پٹیشن پانچ سال بعد 2013ء میں سنی گئی۔

3۔ آپ نے بیت الرحمٰن کراچی میں ایک لائبریری کے قیام کی تجویز کی اور پھر خود اس کے لئے خوبصورت الماریاں، دیگر فرنیچر اور کتب مہیا کیں۔

4۔صوبہ سندھ کی عبوری حکومت میں وزیر بننے پر آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کو دعا کے لئے خط لکھا اور حضور کا جوابی خط آیا۔ کسی اخبار نویس نے آپ کا انٹرویو کیا اور حضور کے خط کا عکس اخبار میں چھاپ دیا۔ حسبِ معمول اس کا آغاز اللہ کے نام سے تھا۔ اس پر ایک مولوی صاحب نے آپ پر سانگھڑ شہر میں پرچہ درج کروا دیا۔ اس کیس کی تکلیف دِہ کارروائی کا آپ نے صبر وتحمل سے سات سال تک سامنا کیا۔

مرحوم نے ایتاءِ ذی القربیٰ کے جذبے کے ساتھ بہت سے ضرورت مند طلبا، بیواؤں، مساکین کے وظائف لگا رکھے تھے۔ مخالفین کے ساتھ بھی صلہ رحمی کا سلوک کیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ خود پر کیس کے مدعی مولوی کی جانب سے کیس ختم ہونے کے بعد مالی مدد کی درخواست کو قبول کرکے ایک خطیر رقم سے اس کی مدد کی۔ آپ نے اپنے بہن بھائیوں اور عزیزوں کا آخر وقت تک بہت خیال رکھا۔ اس ضمن میں راقم نے آپ کی ہمشیرہ سے خود بھی سنا۔

گزشتہ 23 سال سے ایک جماعتی حلقے میں رہائش اور امیر صاحب جماعت کراچی کی مجلس عاملہ میں ایک دہائی اکٹھے رکن رہنے کے سبب راقم کو ان سے ملاقات کے مواقع بکثرت ملے۔ ہر بار ان کے مزاج کی سادگی، عاجزی اور جماعت سے دلی لگاؤ تازہ اور بھلی لگتی۔ اس سے بھی بہت پہلے جب وہ کمشنر کراچی تھے جمعہ کے موقع پر ان کو پاکستانی جھنڈا لگی بڑی سی گاڑی میں احمدیہ ہال میں آتے دیکھنا اور نماز کے بعد ملنے پر ویسا ہی عاجز و منکسر المزاج پانا ایک اَنمٹ یاد ہے۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے، درجات بلند کرے اور ان سے ویسا ہی بھلا سلوک کرے جیسا وہ یہاں اس کے بندوں سے کرتے رہے۔ ان کے لواحقین کو مرحوم کی خوبیاں زندہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

آگے بڑھتے رہو دَمبدم دوستو!

مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی کے تحت جرمنی کے طلبا کا سفر برطانیہ

رپورٹ: مکرم اسامہ احمد صاحب، مربی سلسلہ و معتمد مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی

مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی کے تحت جرمنی کے طلبا کے ایک وفد کو مؤرخہ 18 تا 21 اپریل 2024ء اسلام آباد یوکے کا سفر کرنے اور سیّدنا حضرت امیر المومنین ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے ملاقات کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ اس سفر میں 100 طلبا، دو مربیان سلسلہ اور کمیٹی کے ممبران شامل تھے۔

18 اپریل کی صبح بیت السبوح فرانکفرٹ سے دو بسوں پر سفر کا آغاز ہوا۔ آخن اور ڈنکرک میں مختصر قیام کے بعد وفد اسی روز شام کو بیت الفتوح پہنچ گیا۔ اگلے روز طلبا کو مسجد مبارک اسلام آباد میں سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی اقتداء میں نماز جمعہ پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ بعدازاں مکرم رفیق احمد حیات صاحب امیر جماعت یوکے اور مکرم صاحبزادہ مرزا وقاص احمد صاحب صدر انصاراللہ یوکے سے الگ الگ ملاقات کا موقع ملا۔

20 اپریل طلبا کے لئے خصوصی طور پر یادگار دن تھا۔ اس روز طلبا کو سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے ملاقات کی سعادت حاصل ہوئی جس میں شاملین کو مختلف موضوعات پر سوال پوچھنے کا موقع بھی ملا۔ ملاقات کے اختتام پر حضور انور ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مختلف خدام سے ان کی تعلیم کے حوالہ سے استفسار فرمایا۔ بعدازاں خدام کو اپنے پیارے آقا کے ساتھ تصاویر بنوانے کا اعزاز بھی حاصل ہوا۔ اسی روز صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ یوکے محترم عبدالقدوس عارف صاحب سے بھی وفد کی ملاقات ہوئی۔ بعدازاں وفد نے جامعہ احمدیہ یوکے کا تفصیلی دورہ کیا۔ شام کو بیت الفتوح کمپلیکس میں مجلس خدام الاحمدیہ یوکے اور مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی کے مابین والی بال کا ایک دوستانہ مقابلہ ہوا۔ 21 اپریل بروز اتوار وفد نے جرمنی واپسی کا سفر اختیار کیا۔ راستہ میں بیلجیئم میں قیام کرتے ہوئے وہاں خدام کے ساتھ کھانا کھایا اور شام کو بخیر وعافیت بیت السبوح فرانکفرٹ پہنچ گئے۔

الحمدللہ یہ سفر ہر لحاظ سے کامیاب رہا۔ تمام شاملین سفر حضور انور ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے ملاقات کے بعد خوشی سے سرشار تھے اور اپنے اندر نیا جوش و جذبہ محسوس کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہم تمام خدام کو خلیفہ وقت کی کامل اطاعت کرنے والا اور تمام احکام پر لبیک کہنے والا بنائے۔ آمین۔

42 ویں مجلس شوریٰ جماعت احمدیہ جرمنی

رپورٹ: مکرم محمد جری اللہ خان صاحب مربی سلسلہ، سیکرٹری مجلس شوریٰ جرمنی 2024ء

اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ جرمنی کی بیالیسویں مجلسِ شوریٰ مورخہ 17 تا 18 مئی 2024ء بمقام بیت السبوح فرانکفرٹ جرمنی منعقد ہوئی۔

مجلس شوریٰ کی تیاری

قواعد کے مطابق جماعتوں میں شوریٰ کے انتخاب کروائے گئے۔ مجلس شوریٰ کے تمام ممبران کو انفرادی طور پر دعوت نامہ، ایجنڈا، پروگرام اور بجٹ کی کاپی بھجوائی گئی۔ ان تمام نیشنل شعبہ جات سے میٹنگز کی گئیں جو شوریٰ کی تیاری میں شامل تھے۔ ان تمام امور میں اطہر سہیل صاحب مربی سلسلہ نے بہت مدد فرمائی۔

امسال پہلی مرتبہ مجلس شوریٰ کے لئے ایک نیا سافٹ ویئر استعمال کیا گیا جسے مکرم مامون فاروق صاحب مربی سلسلہ نے بڑی محنت سے تیار کیا۔ اس سافٹ ویئر کے ذریعہ مقامی جماعتوں میں نمائندگان شوریٰ کے انتخاب کی رپورٹ براہِ راست بھی مرکز کو موصول ہوتی رہی۔ مرکزی مجلس شوریٰ میں شاملین کی حاضری کی رپورٹ بھی سٹیج پر براہِ راست امیر صاحب دیکھ سکتے تھے۔

ممبران شوریٰ کی تعداد

جماعتوں کو ہدایت دی گئی تھی کہ ایسی جماعتیں جن میں چندہ دہندگان کی تعداد 75 سے کم ہے ان کا نمائندہ صدر جماعت ہوگا۔ ایسی جماعتیں جن میں چندہ دہندگان کی تعداد 75 سے زیادہ اور 100 سے کم ہے ان کا صدر جماعت کے علاوہ ایک نمائندہ ہوگا۔ اور ایسی جماعتیں جن میں چندہ دہندگان کی تعداد 100 سے زیادہ ہے ان کے صدر جماعت کے علاوہ دو نمائندگان شوریٰ ہوں گے۔ اس لحاظ سے مجلس شوریٰ کے 517 ممبران میں سے 475 نے شرکت کی۔

صدران جماعت	183
جماعتوں میں منتخب ممبران شوریٰ	89
لوکل امراء	12
لوکل امارتوں میں منتخب ممبران شوریٰ	52
نیشنل عاملہ کے ممبران	32
خدام الاحمدیہ کے نمائندگان	2
انصاراللہ کے نمائندگان	2
لجنہ اماءاللہ کی ممبرات	27
فیلڈ مربیان	60
جامعہ احمدیہ سے مربیان	3
دفاتر کے مربیان	2
اعزازی ممبران (کوٹہ نیشنل امیر صاحب)	11
کل حاضری	475

پہلے دن کی کارروائی

مجلس شوریٰ کی کارروائی کا آغاز مورخہ 17 مئی 2024ء بروز جمعہ شام پانچ بجے تلاوت قرآنِ مجید

سے ہوا۔ مکرم نورالدین اشرف صاحب مربی سلسلہ نے سورۃ آل عمران کی آیات 160 تا 161 تلاوت کیں اور جرمن واردو ترجمہ پیش کیا۔ اس کے بعد امیر صاحب جرمنی نے ممبرانِ شوریٰ کو اپنی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا کہ ہمیں آج کے زمانہ میں پہلے سے زیادہ اپنا جائزہ لینے کی ضرورت ہے کہ کیا ہمارے دین کی ہماری زندگی میں سب سے زیادہ اہمیت ہے یا نہیں اور کیا ہم اپنی نمازوں کی کماحقّہ حفاظت کر پاتے ہیں؟ حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بار بار جنگِ عظیم کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ اگر جنگ شروع ہو جاتی ہے تو کیا ہماری روحانی حالت اتنی تسلی بخش ہے کہ ہم اپنی زندگیاں قربان کرسکیں؟ امیر صاحب نے مجلس شوریٰ کے آداب کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا کہ سوچ سمجھ کر اپنا مشورہ دیں تاکہ کم وقت میں زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھایا جاسکے۔ امیر صاحب نے پچھلے سال کے فیصلہ جات پر عمل نہ ہو سکنے پر حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ناراضی کے اظہار سے حاضرین کو آگاہ کیا۔ امیر صاحب نے ممبران شوریٰ کو اپنے اندر سچا تقویٰ پیدا کرنے اور تقویٰ کے ساتھ اپنے بجٹ لکھوانے کی طرف توجہ دلائی۔ بعدازاں دعا کروائی۔

اس کے بعد خاکسار سیکرٹری مجلس شوریٰ نے وہ تجاویز پیش کیں جو نیشنل مجلس عاملہ کی طرف سے ردّ کی گئی تھیں اور حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ہدایت کے مطابق سیکرٹری صاحب وقفِ نو جرمنی، سیکرٹری صاحب رشتہ ناطہ جرمنی، قائمقام سیکرٹری صاحب تربیت جرمنی اور سیکرٹری صاحب تبلیغ جرمنی نے اپنے شعبہ جات کی گزشتہ سال مساعی کی رپورٹ پیش کی۔

ردّ شدہ تجاویز کے بعد قائمقام سیکرٹری تربیت جرمنی نے مجلس شوریٰ 2023ء کے فیصلہ جات پر عمل درآمد کی رپورٹ پیش کی۔

اس کے بعد سب کمیٹی صنعت و تجارت، سب کمیٹی تربیت اور سب کمیٹی مال کے ممبران کا انتخاب ہوا اور ساڑھے سات بجے سب کمیٹیوں نے اپنے اجلاسات شروع کئے۔ اس دوران دیگر ممبران شوریٰ کا ایک معلوماتی اجلاس منعقد ہوا جس میں انہیں افسر صاحب جلسہ سالانہ کی طرف سے اس سال کے جلسہ سالانہ جرمنی کی معلومات دی گئیں، جماعت جرمنی کی صد سالہ کمیٹی کے صدر مکرم محمد داؤد مجوکہ صاحب نے رپورٹ پیش کی کہ مختلف مرکزی شعبہ جات نے صد سالہ جوبلی کے حوالہ سے اس سال کیا کام کئے۔ مکرم انس ملک صاحب نے Data Protection کے حوالہ سے پریزنٹیشن پیش کی اور مکرم محمد الیاس منیر صاحب مربی سلسلہ نے تاریخ کمیٹی جرمنی کے کام کے بارہ ممبران شوریٰ کو آگاہ کیا اور ان سے تعاون کی درخواست کی۔

مجلس شوریٰ کے پہلے دن کا اختتام ساڑھے آٹھ بجے ہوا اور شام کے کھانے اور نمازِ مغرب وعشاء کے بعد سب کمیٹی مال، سب کمیٹی تربیت اور سب کمیٹی صنعت وتجارت نے اپنے اجلاسات جاری رکھے۔

شوریٰ کے دوسرے دن کی کارروائی

مجلس شوریٰ کی دوسرے دن کی کارروائی مؤرخہ 18.05.2024 بروز ہفتہ بوقت 10:00 بجے تلاوت قرآنِ مجید سے ہوئی۔ مکرم انس جاوید صاحب مربی سلسلہ نے سورۃ شوریٰ کی آیات 37 تا 41 تلاوت کیں اور جرمن اور اردو ترجمہ پیش کیا۔

اس کے بعد مکرم شاہد محمود صاحب صدر سب کمیٹی مال نے اپنی رپورٹ پیش کی اور سیکرٹری صاحب مال جرمنی نے ہرفنڈ کے بارہ میں ممبران شوریٰ کو آگاہ کیا اور ممبران کو اپنی آراء پیش کرنے کا موقع دیا گیا۔ تحریری طور پر پیش کی گئی تجاویز کا انتخاب کیا گیا۔ افسر صاحب جلسہ سالانہ نے جلسہ کے اخراجات کا تفصیلی جائزہ پیش کیا۔

سب کمیٹی مال کی رپورٹ اور جماعت کے بجٹ کے بعد مکرم راشد نواز صاحب صدر سب کمیٹی تربیت نے اپنی رپورٹ پیش کی۔ ممبران شوریٰ نے اپنی تجاویز پیش کیں اور ان کا انتخاب کیا۔ سب کمیٹی تربیت کی رپورٹ کے بعد مکرم منصور احمد صاحب صدر سب کمیٹی صنعت وتجارت نے اپنی رپورٹ پیش کی اور سیکرٹری صاحب صنعت وتجارت جرمنی نے اپنے شعبہ کے وہ کام پیش کئے جن پر اس وقت کام ہو رہا ہے۔

دوسرے دن کا اختتام رات نَو بجے نیشنل امیر صاحب کی تقریر اور دعا سے ہوا۔

مجلس شوریٰ کی تیاری میں مختلف شعبہ جات نے خدمت کی توفیق پائی۔ شعبہ جائیداد نے ہال تیار کیا، کھانے اور شعبہ جات کے ٹینٹ لگائے۔ شعبہ ضیافت نے مہمانوں کے کھانے اور رہائش کا انتظام کیا۔ شعبہ سمعی وبصری نے لاؤڈ سپیکر اور لیپ ٹاپ کا انتظام کیا۔ شعبہ تعلیم کی طرف سے مکمل شوریٰ کے دوران جرمن اور اردو ترجمہ کا انتظام کیا گیا۔ مجلس خدام الاحمدیہ نے پارکنگ کی ڈیوٹی دی۔

شوریٰ کی تیاری، کارروائی کے دوران اور وائنڈاپ میں جامعہ احمدیہ جرمنی کے 54 طلبا نے مختلف شعبہ جات میں احسن رنگ میں ڈیوٹی دی۔

اللہ تعالیٰ اس مجلس شوریٰ کو جماعتی ترقی کا موجب بنائے اور ہمیں حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی تمام ہدایات پر کماحقّہ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

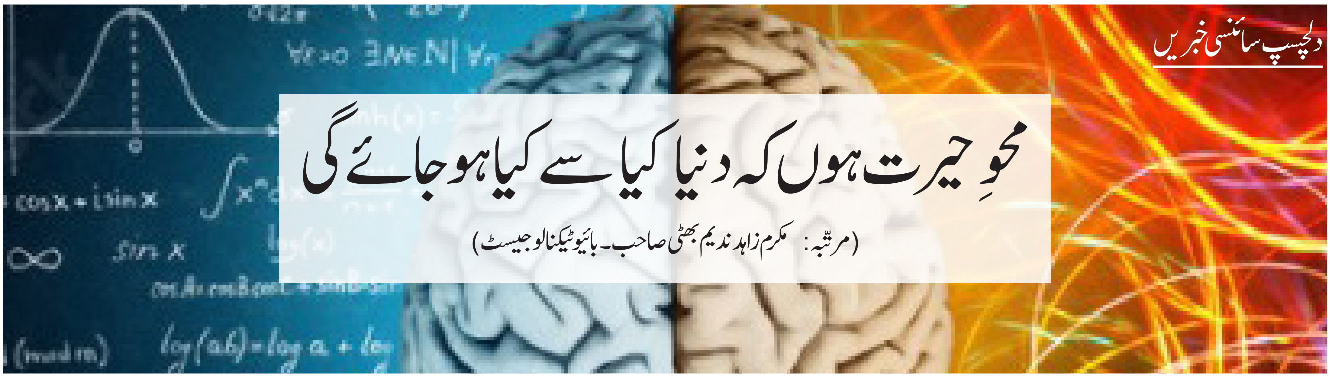

محوِ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

(مرتبہ: مکرم زاہد ندیم بھٹی صاحب۔ بائیوٹیکنالوجیسٹ)

نائٹریٹس صحت مند ہیں یا مضرِ صحت؟

نائٹریٹس کو بیک وقت صحت کے لیے فائدہ مند اور نقصان دہ ہونے کی خصوصیات کے باعث غذائیت کی دنیا میں انگریزی ادب کے کرداروں ڈاکٹر جیکل اور مسٹر ہائیڈ کے نام سے جانا جاتا ہے۔

اکثر کہا جاتا ہے کہ پراسیس شدہ گوشت میں نائٹریٹ ہوتے ہیں اس لیے ان سے پرہیز کریں تو دوسری جانب یہ زور بھی دیا جاتا ہے کہ چقندر اور پالک سمیت ایسی سبزیاں صحت بخش ہیں جن میں نائٹریٹ قدرتی طور پر پائے جاتے ہیں اور یہی دو مختلف سفارشات ایک عام شخص کو ابہام میں مبتلا کر دیتی ہیں۔ نائٹریٹ دَرحقیقت ہمارے جسم میں قدرتی طور پر پیدا ہوتے ہیں، لیکن نائٹروجن اور آکسیجن سے بنے سادہ مرکبات بہت سے کھانوں میں بھی پائے جاتے ہیں یہاں تک کہ جو پانی ہم پیتے ہیں اس میں بھی موجود ہوتے ہیں۔ کیمیائی فارمولا کی زبان میں اسے NO_3^- لکھا جاتا ہے۔ خوراک میں نائٹریٹ کا بنیادی ذریعہ پودوں سے حاصل شدہ خوراک ہیں جو کہ ہماری روزانہ کی خوراک کا تقریباً 70 سے 80 فیصد حصہ ہے۔ اس بات کے خاطر خواہ ثبوت موجود ہیں کہ پودوں پر مبنی نائیٹریٹ دل کی صحت کو بہتر بناتے ہیں اور فالج کے خطرے کو کم کر سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر چقندر کے جوس میں پائے جانے والے قدرتی نائٹریٹ

ہائی بلڈ پریشر والے لوگوں میں بلڈ پریشر کو نمایاں طور پر کم کرتے ہیں۔ سبزیوں میں قدرتی طور پر پائے جانے والے نائٹریٹ کے صحت سے متعلق ممکنہ فوائد کے باوجود بیکٹیریا کی افزائش کو روکنے کے لیے پراسیس شدہ گوشت میں شامل کیے جانے والے نائٹریٹس (nitrates) اور نائٹرائٹس (nitrites) کو بڑے پیمانے پر جسم پر نقصان دہ اثرات سمجھا جاتا ہے۔[1]

تربوز اور خربوزے سے متعلق غلط فہمیاں

اسلام آباد کے شفا انٹرنیشنل ہسپتال سے منسلک ماہر امراض ہاضمہ (گیسٹرو انٹیرولوجسٹ) ڈاکٹر معاذ سے جب دریافت کیا گیا کہ کیا واقعی تربوز اور خربوزے کو خالی پیٹ یا بھرے پیٹ کھانے کے باعث ہیضہ یا اسہال جیسے امراض ہو سکتے ہیں؟ تو انہوں نے اس سوال کا جواب نفی میں دیتے ہوئے کہا کہ ’تربوز، خربوزہ یا میلن فیملی (Melon Family) کے پھل کھانے سے ہیضے یا اسہال کا کوئی تعلق نہیں۔ یہ صرف غلط فہمی

پر مبنی مفروضے ہیں۔ سائنسی طور پر ایسے شواہد نہیں ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہو۔ تاہم موسمِ گرما کے اِن پھلوں میں چونکہ فائبر اور پانی کی مقدار زیادہ ہوتی ہے تو ایسا ہو سکتا ہے کہ انہیں کھا کر ہمارا سٹول (پاخانہ) نرم ہو جائے۔ شاید اسی لیے بعض لوگوں کو محسوس ہو سکتا ہے کہ وہ اسہال جیسی کیفیت میں مبتلا ہو گئے ہیں لیکن دراصل وہ سافٹ سٹول ہوتا ہے البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ ہم اگر کوئی بھی پھل اچھی طرح دھوئے بغیر یا گندے ہاتھوں سے کھائیں تو اس سے پیٹ کی بیماریاں بشمول ہیضہ وغیرہ ہو سکتا ہے۔ ماہر غذائیت زینب غیور نے اسی سوال کے جواب میں بتایا کہ اگر پہلے سے ڈائریا یا بدہضمی ہو تو ان پھلوں کو کھانے کے باعث پہلے سے موجود تکلیف بڑھ سکتی ہے۔[2]

معدے میں جلن

معدے میں جلن بدہضمی کی اہم علامات میں سے ایک ہے جو معدے میں تیزابیت کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ ماہر امراض معدہ ڈاکٹر فلپ وڈلینڈ کہتے ہیں کہ ’ریفلیکس (یعنی جزر) اس وقت ہوتا ہے جب معدے کے تیزابی مادے، معدے سے غذائی نالی کی طرف جاتے ہیں جہاں عام طور پر تیزابی مواد نہیں ہوتا ہے۔ معدے کی جلن (سینے کی جلن) شاید تیزابیت کی سب سے عام علامت ہے، جو سینے کے درمیان ہڈی کے پیچھے جلن کی طرح محسوس ہوتی ہے۔ زیادہ چکنائی والی غذائیں، رات کو سونے سے پہلے کھانا، مصالحہ دار کھانے، کافی، سگریٹ یا شراب نوشی تیزابیت کو بڑھانے کا سبب بن سکتی ہیں۔ اس سلسلہ میں اہم بات یہ ہے کہ وزن کم کرنے کی کوشش کی جائے، سگریٹ نوشی اور کیفین کے استعمال سے بچا جائے (خاص طور پر سونے سے قبل) اور اگر ممکن ہو تو رات کے کھانے اور سونے کے وقت کے درمیان تین سے چار گھنٹے کا وقفہ رکھنے کی کوشش کریں۔[3]

1- www.bbc.com/urdu/articles/c3ggq85443zo
2- www.bbc.com/urdu/articles/cv2238y3znlo
3- www.bbc.com/urdu/articles/crgyg97wy5go

ملکی و عالمی خبریں

منور علی شاہد

حماس کے حامیوں کے خلاف کارروائیاں

جرمنی میں پولیس نے حماس کی حمایت میں متحرک فلسطینی یکجہتی گروپ کے خلاف کارروائی کی ہے۔خبروں کے مطابق یہ گروپ جرمن ریاست نارتھ رائن ویسٹ فیلیا کے شہر ڈوئس برگ سے تعلق رکھتا ہے اور چھاپوں سے قبل صوبائی وزارتِ داخلہ نے اس گروپ کو کالعدم قرار دیا تھا۔ صوبائی وزیر داخلہ کا کہنا ہے کہ فلسطین سے یکجہتی میں یہود دشمنی کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا۔گروپ پر پابندی درست وقت پر عائد کر کے بہتر قدم اٹھایا گیا ہے۔

دائیں بازو کی سیاسی پارٹیوں کا اتحاد ختم

یورپی یونین کی پارلیمان کے اندر موجود فرانس کی دائیں بازو کی جماعت نیشنل ریلی کے ترجمان کے مطابق ان کی جماعت اب جرمنی کی سیاسی پارٹی 'اے ایف ڈی' کے ساتھ یورپی پارلیمان میں مزید اتحاد نہیں کرے گی۔اے ایف ڈی کے ایک اہم راہنما کے جون میں منعقد ہونے والے انتخابات سے قبل نازی دَور سے قبل متنازع بیان دینے پر فرانس کی نیشنل ریلی جماعت نے ان سے دوری رکھنے کا فیصلہ کیا ہے۔

جرمنی میں روس کے اثاثے منجمد

روس اور یوکرائن کے درمیان جاری جنگ کو دو سال سے زائد کا عرصہ ہو چکا ہے۔ اس دوران گاہے گاہے روسی اثاثوں کو منجمد کرنے کا سلسلہ بھی جاری ہے۔وفاقی وزارت خزانہ برلن کی طرف سے جاری کردہ ایک خط کے مطابق اب تک منجمد روسی اثاثوں کی مالیت 3.95 بلین یورو (4.28 بلین ڈالرز) ہے۔ یہ اثاثے ان شخصیات اور اداروں کے ہیں جن پر روس کے حملے کے بعد یورپی یونین کی طرف سے پابندیاں عائد کر دی گئی تھیں۔

غزہ میں ہزاروں افراد تا حال لاپتہ

غزہ میں اب تک ہزاروں فلسطینیوں کی ہلاکت کی تصدیق کے باوجود ہزاروں افراد تاحال لاپتہ ہیں جن کے بارہ خیال ہے کہ وہ تباہ شدہ عمارتوں کے ملبہ تلے دفن ہیں۔جینوا کی ایک غیر سرکاری تنظیم یورو میڈ ہیومن رائٹس مانیٹر کے مطابق ایسے افراد کی تعداد اندازاً تیرہ ہزار ہے۔

توہین قرآن کا الزام، ہجوم کا معمر شخص پر تشدد

پاکستان میں سرگودھا شہر کے ایک علاقے مجاہد کالونی میں قرآنِ پاک جلانے کے الزام میں سینکڑوں مشتعل افراد نے نوید مسیح نامی شخص کے گھر کا گھیراؤ کیا اور جلانے کی کوشش کی۔ پولیس کی بھاری نفری نے موقع پر پہنچ کر صورتِ حال کو سنبھالا۔ ذرائع کے مطابق سلطان مسیح کے گھر کی دیوار کے پاس بوسیدہ مقدس اَوراق کا ڈبہ نصب ہے اور سلطان کے والد نوید مسیح پر الزام ہے کہ اس نے ڈبہ سے مقدّس اَوراق نکال کر انہیں آگ لگائی تاہم نوید نے اس کی تردید کی ہے۔ ڈنڈا بردار ہجوم مذہبی نعرے لگاتے ہوئے نوید مسیح پر تشدد کرتا رہا اور طبی امداد کے لیے پہنچنے والی ایمبولنس پر بھی حملہ کر کے شیشے توڑ دیئے۔

ایرانی صدر کی ہیلی کاپٹر حادثہ میں ہلاکت

ایرانی مسلح جنرل اسٹاف کی طرف سے جاری ایک بیان میں کہا گیا ہے کہ 19 مئی 2024ء کو ایران کے صدر ابراہیم رئیسی کے ہیلی کاپٹر حادثہ میں کسی بیرونی حملے کے شواہد نہیں ملے اور نہ ہی ملبہ سے کسی حملہ یا گولی مارے جانے کا ثبوت ملا ہے۔

اسرائیل رَفح میں فوجی آپریشن فوراً ختم کرے

انٹرنیشنل کورٹ آف جسٹس (آئی سی جے) کے 15 ججوں نے متفقہ طور پر اسرائیل کو حکم دیا ہے کہ وہ رَفح میں جاری جنگ کو فوری طور پر روکے۔ یہ عدالتی حکم عالمی عدالت انصاف کے صدر نواف سلام نے پڑھ کر سنایا جس میں اسرائیل کو عدالتی حکم کی تعمیل کر کے رپورٹ ایک ماہ میں پیش کرنے کا کہا گیا ہے۔امدادی سامان کی ترسیل کے لئے رفح کی سرحد کھولنے اور غزہ میں تحقیقاتی ٹیموں کو رسائی دینے کا حکم بھی دیا گیا۔

پاپوانیو گنی میں سینکڑوں ہلاکتیں

پاپوانیو گنی میں 24 مئی 2024ء کو لینڈ سلائیڈنگ کے باعث مرنے والوں کی تعداد کا تخمینہ 670 لگایا جا رہا ہے۔قبل ازیں ہلاکتوں کا اندازہ 100 لگایا گیا تھا۔ بین الاقوامی ادارہ برائے مہاجرت مشن کے سربراہ سرہان اکٹوپراک (Serhan Aktoprak) کا کہنا تھا کہ یہ اندازہ یمبلی گاؤں اور انگا کے صوبائی حکام کے اندازوں پر مبنی ہے۔ نئے تخمینے کے مطابق 150 سے زائد گھر ملبے تلے دبے ہوئے ہیں جبکہ ابتدائی تخمینہ 60 گھروں کا لگایا گیا تھا۔ پاپوانیو گنی (Papua-Neuguinea) ایک متنوع، ترقی پذیر ملک ہے جس میں 800 زبانیں بولی جاتی ہیں۔ 10 ملین آبادی والے اس ملک میں زیادہ تر افراد کھیتی باڑی پر گزر بسر کرتے ہیں۔

تاریخ جرمنی (پچیسویں قسط)

مرتّبہ: مدبّر احمد خان

تاریخ جرمنی

یہ تو اب آپ کو ازبر ہو گا کہ جرمنی مختلف چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم تھا، اس کے علاوہ دو بڑی سلطنتیں آسٹریا اور پرشیا اس کا حصہ تھیں۔ یہ سب ایک alliance میں متحد تو تھیں (Deutscher Bund) لیکن اصلاً آزاد حیثیت قائم تھی۔ اب ایک متحد، آزاد اور جمہوری جرمن ملک کے لیے آوازیں بلند ہو رہی تھیں جس میں طلبا کی تنظیمیں پیش پیش تھیں۔ اسی زمانے میں ان تنظیموں پر پابندیاں لگائی گئیں اور ان میں شامل لوگوں کو سخت سزائیں دی گئیں۔

لیکن ان سزاؤں سے یہ سیلاب رکنے والا نہیں تھا۔ جب پریس کی بندش، طلبا اور سیاسی تنظیموں اور جلسوں پر پابندی لگی تو امرا کا طبقہ جمناسٹک اور موسیقی کی تنظیموں میں اکٹھا ہو کر سرگرم ہونے لگا۔ اس کا اندازہ آپ اس بات سے لگائیں کہ ایک جرمن زبان کے پروفیسر Fallersleben کے لکھے ہوئے گیتوں میں سے ایک Einigkeit und Recht und Freiheit اسی زمانے میں ان تنظیموں میں جوش و خروش سے گایا جاتا تھا۔ جی، یہی آج جرمنی کا قومی ترانہ ہے۔ جرمنی میں ایک قومی شناخت از خود اُبھر رہی تھی۔ تعلیم کے فروغ کے ساتھ شعور بے دار ہو رہا تھا۔ شخصی آزادی، جمہوریت، آزادیٔ اظہار وغیرہ کی ساری روداد پچھلی قسطوں میں بیان ہو چکی ہے۔ یہ فکری تصورات اب عوام میں جڑ پکڑ رہے تھے۔ اور نپولین کی ناکام کوشش نے قومی یک جہتی کو مہمیز لگا دی تھی۔

اس کے ساتھ ساتھ انڈسٹریل انقلاب کی وجہ سے مزدور طبقہ سرمایہ دار کے مکمل شکنجے میں تھا اور اس کی حالت بد سے بدتر ہوتی جا رہی تھی۔ ان کی اُجرت ان کے گھروں کو پالنے کے لیے ناکافی تھی۔ لہٰذا ان کا متحد ہونا اور احتجاج کی راہیں نکالنا اب زود یا بہ دیر ہونا ہی تھا۔ مزدوروں کے حقوق کے لیے قوانین کا کوئی تصور نہیں پایا جاتا تھا۔ 4 جون 1844ء میں تین ہزار جولاہوں نے احتجاج کیا۔ جب ان کے احتجاج کا کچھ اثر نہ ہوا تو انہوں نے اپنے سرمایہ داروں پر ہلہ بول دیا اور ان کے گھروں اور کارخانوں میں گھس کر توڑ پھوڑ کی۔ تین دن بعد پرشیا کی افواج نے خوں ریزی کے ساتھ اس احتجاج کا گلا گھونٹ دیا۔ جرمنی میں غربت کا ایک اور سبب نہایت خراب کاشت تھی۔ سالانہ ہزاروں لوگ ہجرت کر رہے تھے۔ اسی دوران فرانس میں ایک بار پھر انقلاب برپا ہوا۔ اور فرانسیسی عوام پر مسلط بادشاہ کو عوام نے معزول کر دیا۔

اب 1848ء میں جرمنی کے عوام بھی سڑکوں پر آ گئے۔ جرمنی کی سلطنتوں میں یکے بعد دیگرے بڑے بڑے جلوس اور احتجاج ہونے لگے۔ مطالبات یہی تھے۔ پریس کی آزادی، تنظیم سازی کی آزادی اور ایک قومی پارلیمان۔ آسٹریا کے بادشاہ نے مطالبات پر رضامندی کی یقین دہانی کر دی۔ 18 مارچ کو برلن میں ایک جلسے کے موقعے پر دنگے فساد ہوئے جس میں 254 افراد جاں بحق ہوئے، تاہم پرشیا کے بادشاہ نے اگلے دن مقتولین کو سلام پیش کیا اور یقین دلایا کہ ان کے مطالبات منظور ہیں۔ جب آسٹریا اور پرشیا نے مطالبات منظور کر لیے اور ایک تحریری آئین کی یقین دہانی کر دی تو تمام چھوٹی ریاستوں نے بھی حامی بھر لی۔ فرانکفرٹ کے Paulskirche میں 18 مئی 1848ء کو جرمنی کی پہلی منتخب اسمبلی کا اجلاس ہوا جو 585 نمائندگان پر مشتمل تھا۔ جرمنی میں بسنے والے شہریوں کے بنیادی حقوق چند ماہ میں طے پا گئے، جن میں آزادیٔ اظہارِ رائے، مذہبی آزادی، شخصی آزادی، ملک بھر میں سکونت کی آزادی وغیرہ شامل تھے۔ اصل مسئلہ یہ تھا کہ ریاست کا نظام کیا ہو گا۔ اس میں تین بڑے گروہ تھے۔ ایک طرف نسلی بادشاہت کے حامی تھے، دوسری طرف پارلیمانی جمہوریت کے حامی اور تیسرا گروہ ان کے درمیان تھا جو پارلیمانی بادشاہت کا قائل تھا۔ اسی کے ساتھ دوسرا بہت بڑا مسئلہ یہ تھا کہ آسٹریا کو جرمنی کا حصہ ہونا چاہیے یا نہیں۔ ایک لمبے عرصے سے جرمن قیصر آسٹریا سے تھا لیکن آسٹریا میں جرمن کے علاوہ اور بھی بہت سی اقوام بستی تھیں جن کا جرمن قوم سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ لمبی بحث و تمحیص کے بعد ایک کمزور اکثریت کے ساتھ یہ فیصلہ ہوا کہ آسٹریا جرمنی کا حصہ نہیں ہو گا۔ جب یہ فیصلہ ہو گیا تو نظامِ حکومت یہ طے پایا کہ Executive طاقت نسلی قیصریت کی ہو گی اور قانون سازی پارلیمان کے ہاتھ میں ہو گی جس میں قومی پارلیمان کے منتخب اراکین بھی ہوں گے اور صوبوں کے نمائندگان بھی۔

پرشیا کے بادشاہ Friedrich Wilhelm IV کو جرمنی کا قیصر چنا گیا۔ مگر یہ بات بادشاہ سلامت کو ناگوار گزری کہ انہیں انقلابیوں نے منتخب کیا ہے۔ گویا کسی پارلیمان کی کیا مجال کہ بادشاہ کو بادشاہ بنائے۔ سو اس نے اس عہدے کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ باقی تمام صوبوں نے بادشاہ پر بہت دباؤ ڈالنے کی کوشش کی لیکن یہ ناکام رہے۔ خالص جمہوری پارلیمانی نظام لانے کی کوشش کو پرشیا کی فوج نے طاقت کے ساتھ ناکام بنا دیا۔ جرمنی کی پہلی پارلیمان آئینی بحران کی وجہ سے ایک سال میں ٹوٹ گئی اور جرمنی اپنی اس پہلی کوشش میں جرمنی نہ بن سکا۔ صوبے دوبارہ ریاستیں بن گئے اور اپنے اپنے تحریری آئین بنانے پر مجبور ہو گئے۔

حوالہ جات:

Die kürzeste Geschichte Dutschlands, James Hawes, Ullstein 2019, Berlin

Schlaglichter der deutschen Geschichte, Helmut M. Müller, bpb, Brockhaus 2002

ہم احمدی انصار ہیں

رپورٹس: مکرم میاں عمر عزیز صاحب، ایڈیشنل قائد عمومی مجلس انصاراللہ جرمنی

شجرکاری مہم

مجلس انصاراللہ جرمنی ہرسال مختلف شہروں میں انتظامیہ کے ساتھ مل کر شجرکاری مہم کے تحت درخت لگاتی ہے۔ 15 اپریل کو صوبہ Rheinland Pfalz کے شہر Wirges میں نئے تعمیرشدہ سوشل سینٹر کے مرکزی دروازے کے سامنے دو پودے لگائے گئے۔اس تقریب میں شہر کے میئر اور پانچ جرمن مہمانوں کے علاوہ مقامی احمدی احباب بھی موجود تھے۔اسی طرح 20 اپریل کو مجلس Bad Marienberg کے انصار نے شہری انتظامیہ کے ساتھ مل کر 300 پودے لگائے۔اس موقع پر شہر کی میئر Mrs. Sabine Willwacher اور ایک شہری نمائندے Mr. Björn Scheyer بھی موجود تھے۔ نیز پانچ جرمن مہمان بھی اس پروگرام میں شامل ہوئے۔

تبلیغی سرگرمیاں

مجلس انصاراللہ جرمنی کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے باقاعدگی کے ساتھ جرمنی کے مختلف شہروں میں تبلیغی سٹال لگانے اور اسلام احمدیت کا پیغام پہنچانے کی توفیق مل رہی ہے۔ اس سلسلہ میں 13 اور 14 اپریل کو جرمنی بھر میں یومِ تبلیغ منایا گیا۔اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصولہ رپورٹس کے مطابق 89 مجالس کے 522 انصار نے فلائرز تقسیم کرنے اور تبلیغی سٹال پر ڈیوٹی دینے کی توفیق پائی اور 72085 فلائرز تقسیم کئے۔ فلائرز کے علاوہ تبلیغی سٹالز پر مزید جماعتی لٹریچر بھی تقسیم کیا گیا اور اسلامی امن کی تعلیمات اور فوری جنگ بندی سے متعلق بڑے پوسٹرز بھی آویزاں کئے گئے۔ اسی طرح 27 اپریل کو فرانکفرٹ میں انصار نے ایک تبلیغی سٹال لگایا اور 200 کے قریب جماعتی لٹریچر تقسیم کیا۔

نیشنل سپورٹس ٹورنامنٹ

مجلس انصاراللہ جرمنی دورانِ سال صحت جسمانی کی اہمیت کو اُجاگر کرنے کے لئے مختلف ورزشی مقابلہ جات منعقد کرواتی ہے۔اس سلسلہ میں مورخہ 21 اپریل کو Marburg میں نیشنل سپورٹس ٹورنامنٹ منعقد کیا گیا جس کے لیے دو سپورٹس ہال ریزرو کئے گئے تھے۔ امسال فٹ بال، والی بال، بیڈمنٹن اور ٹیبل ٹینس کو اس ٹورنامنٹ میں شامل کیا گیا تھا۔محترم بشیر احمد ریحان صاحب صدر مجلس انصاراللہ جرمنی کی زیرِصدارت افتتاحی تقریب کے بعد کھیلوں کا باقاعدہ آغاز ہوا۔نماز ظہر وعصر کی ادائیگی اور کھانے کے وقفہ کے بعد تلقینِ عمل کا پروگرام کیا گیا جس میں محترم صدر صاحب مجلس انصاراللہ جرمنی نے انصاراللہ کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی۔ اس کے بعد کھیلوں کا دوبارہ آغاز ہوا جو شام 7 بجے تک جاری رہا۔کھیلوں کے اختتام کے بعد تقریب تقسیم انعامات منعقد ہوئی جس میں نمایاں پوزیشن لینے والی ٹیموں اور انصار میں انعامات تقسیم کیے گئے۔ پروگرام کے آخر میں محترم انس جاوید صاحب مربی سلسلہ نے اختتامی دعا کروائی اور یہ سپورٹس ٹورنامنٹ کامیابی کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔

احمدیہ چیریٹی واک

13 اپریل کو علاقہ Bayern کی مجلس میونخ نے علاقے کے میئر Mr. Franz Heilmeier کی سرپرستی میں چیریٹی واک کا انعقاد کیا۔ یہ واک Neufahrn میں منعقد ہوئی جس میں 90 افراد شامل ہوئے جن میں 58 جرمن مرد اور خواتین شامل تھے۔ اس موقع پر جمع ہونے والی رقوم کے امدادی چیک دو مقامی سماجی تنظیموں میں تقسیم کئے گئے۔مقامی اخبارات اور میڈیا میں بھی اس چیریٹی واک کی تشہیر کی گئی جس کے ذریعہ جماعت کا پیغام ہزاروں جرمن احباب تک پہنچا۔

علاقائی اجتماع Württemberg

علاقہ Württemberg کا اجتماع مورخہ 28 اپریل کو منعقد ہوا۔محترم صدر صاحب انصاراللہ جرمنی کی زیرِصدارت افتتاحی تقریب کے بعد علمی اور ورزشی مقابلہ جات کا آغاز ہوا۔علمی مقابلہ جات میں تلاوت، نظم اور تقاریر کے مقابلہ جات شامل تھے جبکہ ورزشی مقابلہ جات میں 800 میٹر دوڑ، تیز چلنا، فٹ بال، والی بال، رسہ کشی، کلائی پکڑنا اور مشاہدہ معائنہ شامل تھے۔ نمازوں کی ادائیگی اور کھانے کے وقفہ کے بعد تلقینِ عمل کا پروگرام ہوا جس میں محترم شارق افتخار صاحب مربی سلسلہ نے منصب خلافت اور انصاراللہ کی ذمہ داریوں کے حوالہ سے انصار کو توجہ دلائی۔جس کے بعد مقابلہ جات کا دوبارہ آغاز ہوا جو کہ شام 18:30 بجے تک جاری رہا۔مقابلہ جات ختم ہونے کے بعد اختتامی تقریب کا آغاز ہوا جس میں علمی اور ورزشی مقابلہ جات میں نمایاں پوزیشنز لینے والے انصار میں انعامات تقسیم کئے گئے۔محترم صدر صاحب انصاراللہ جرمنی کے اختتامی خطاب اور دعا کے بعد اجتماع اختتام پذیر ہوا۔

مکرم طارق احمد صاحب

خاکسار کے بھائی مکرم طارق احمد صاحب ابن مکرم محمد صادق صاحب مؤرخہ 28 مارچ 2024ء کو 37 سال کی عمر میں وفات پا گئے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم پیدائشی احمدی تھے اور 2003ء میں جرمنی آئے۔ آپ جماعت Ginsheim Gustavsburg سے تعلق رکھتے تھے۔ بہت سی خوبیوں کے مالک، بہت ملنسار اور ہر ایک کی مدد کرنے والے تھے۔

مرحوم نے پسماندگان میں اہلیہ، تین بیٹیاں اور ایک بیٹا یادگار چھوڑے ہیں۔ آپ کی نماز جنازہ 7 اپریل 2024ء کو ناصر باغ میں مکرم کامران اشرف صاحب مربی سلسلہ نے پڑھائی اور 8 اپریل کو Friedhof amWaldweg رسلزہائم میں تدفین عمل میں آئی۔ (قیصر احمد۔ Königstadten)

مکرم مظفر احمد گھمن صاحب

خاکسار کے تایا جان مکرم مظفر احمد گھمن صاحب ابن مکرم چودھری پٹواری نذیر احمد گھمن صاحب مرحوم 6 اپریل 2024ء کو بعمر 73 سال وفات پا گئے، اناللہ و انا الیہ راجعون۔

آپ کا آبائی تعلق موسے والا ضلع سیالکوٹ سے تھا۔ بعدازاں آپ ہجرت کر کے جرمنی تشریف لے گئے اور پھر گذشتہ تقریباً 17 سال سے یوکے میں رہائش پذیر تھے۔ آپ نہایت ملنسار، خوش اخلاق، شاکر، ہمدرد، مہمان نواز اور صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے۔ نیز خلیفۂ وقت سے بھی بہت محبّت وعقیدت کا تعلق رکھتے۔ بزرگان، مرکزی عہدیداران اور مربیانِ سلسلہ کا احترام کرتے۔

موصوف کے بھتیجوں نے جب جامعہ احمدیہ میں داخلہ لیا اور بعد میں تعلیم مکمل کر کے عملی میدان میں بطور مربیانِ سلسلہ قدم رکھا، تو بہت خوشی کا اظہار کرتے اور عمر میں چھوٹے ہونے کے باوجود عزت دیتے۔

بلانے والا ہے سب سے پیارا

اعلانات وفات و دعائے مغفرت

گزشتہ سال مکرم مظفر احمد گھمن صاحب کی رفیقۂ حیات مکرمہ بشریٰ بیگم صاحبہ وفات پا گئیں تھیں، جس پر انہوں نے اس صدمے کو صبر وتحمل سے برداشت کیا۔

آپ نے تین بیٹیاں اور تین بیٹے اور اسی طرح نواسے نواسیاں اور پوتے پوتیاں سوگوار چھوڑے ہیں۔ موصوف مکرم مبارک احمد گھمن صاحب اور مکرم منور احمد گھمن صاحب (جماعت Immenhausen) کے بڑے بھائی تھے۔

مرحوم کی نماز جنازہ مکرم ساجد احمد نسیم صاحب مربی سلسلہ نے پڑھائی اور Lamerden کے قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔ (عزیز گھمن، مربی سلسلہ)

محترمہ عزیزہ بیگم صاحبہ

خاکسار کی والدہ محترمہ عزیزہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم چودھری نصیر احمد وڑائچ صاحب مرحوم 13 مئی 2024ء کو بعمر 89 سال فیشٹا میں وفات پا گئیں، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مرحومہ پاکستان میں تعلیم مکمل کرنے کے بعد شعبہ تعلیم سے منسلک ہوئیں اور بطور ہیڈ مسٹرس ریٹائر ہوئیں۔ آپ صوم وصلوٰۃ کی پابند تہجد گزار اور دعا گو خاتون تھیں۔ آپ کو قرآنِ کریم سے عشق تھا۔ باقاعدگی سے تلاوت کرتیں۔ اسی طرح اپنی زندگی میں متعدد بچوں کو قرآن کریم پڑھنا سکھایا۔ پاکستان میں آپ کو لجنہ اماء اللہ کے مختلف شعبہ جات میں بھی خدمت کی توفیق ملی۔ خلافت سے محبّت، عقیدت اور وفا کا تعلق تھا۔ ہمیشہ اپنی اولاد کو خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتیں۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا خطبہ جمعہ سننے کا باقاعدگی سے اہتمام کرتیں اور اپنے پوتے پوتیوں کو بھی ساتھ بیٹھ کر سننے کی تلقین کرتیں۔ لجنہ اماء اللہ کے 100 سال پورے ہونے پر جوبلی اجلاس اور جلسہ سالانہ جرمنی میں خرابی طبع اور کمزوری کے باوجود شرکت کی۔

مرحومہ موصیہ تھیں۔ پسماندگان میں آپ نے ایک بیٹا اور پانچ پوتے پوتیاں یادگار چھوڑے ہیں۔ آپ کی نماز جنازہ 17 مئی 2024ء کو مکرم سیّد سلمان شاہ صاحب مربی سلسلہ نے پڑھائی اور اسی روز قبرستان Langförden Vechta میں ہوئی۔ (عطاء المنان بابر۔ جماعت فیشٹا)

محترم صلاح الدین قمر صاحب

خاکسار کے ابّا جان مکرم صلاح الدین قمر صاحب ابن مکرم حاجی قمر الدین صاحب مؤرخہ 13 مئی 2024ء کو بعمر 61 سال وفات پا گئے، اناللہ و انا الیہ راجعون۔

آپ کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ خاکسار کے دادا اور ان کے بھائی کے ذریعہ ہوا جنہوں نے سندھ میں قمر آباد کی بنیاد رکھی۔ آپ کو اوائل جوانی میں ہی نظام وصیت میں شامل ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اسی طرح ساری عمر مختلف جماعتی خدمات کا موقع ملتا رہا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے دور میں حفاظت خاص میں ڈیوٹی کرنے کا موقع ملا۔ نیز ربوہ میں مجلس خدام الاحمدیہ کے مختلف شعبہ جات میں خدمت کی سعادت پائی۔ جرمنی آنے کے بعد پہلے قائد خدام الاحمدیہ کے طور پر اور بعدازاں 1988ء تا 2014ء دارالقضاء جرمنی میں قاضی اوّل کے طور پر خدمت کا موقع ملا۔ صدر صاحب جماعت نے بتایا کہ مرحوم نماز سنٹر میں تمام نمازوں کی ادائیگی کی کوشش کرتے۔ نیز ہر جماعتی پروگرام میں شامل ہوتے۔ وقارِ عمل میں نہایت گرمجوشی سے حصہ لیتے۔ بہت ملنسار اور خوش اخلاق وجود تھے۔

مرحوم نے پسماندگان میں دو بیوگان، چار بچے اور والدہ سوگوار چھوڑے ہیں۔ مرحوم کی نماز جنازہ 15 مئی کو مکرم صداقت احمد صاحب مبلغ انچارج جرمنی نے بیت السبوح میں پڑھائی۔ مؤرخہ 18 مئی کو مکرم خالد شاہ صاحب ناظر اعلیٰ و امیر مقامی نے دفاتر صدر انجمن احمدیہ ربوہ کے احاطہ میں نماز جنازہ پڑھائی جس کے بعد بہشتی مقبرہ دارالفضل میں تدفین ہوئی۔ (طٰہٰ احمد قمر۔ Pforzheim)

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام مرحومین کے ساتھ مغفرت کا سلوک کرتے ہوئے جنّت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کے پسماندگان کو صبرِ جمیل سے نوازے، آمین

مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی کے تحت برطانیہ جانے والے طلبا
پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ہمراہ

(20 اپریل 2024ء اسلام آباد برطانیہ)

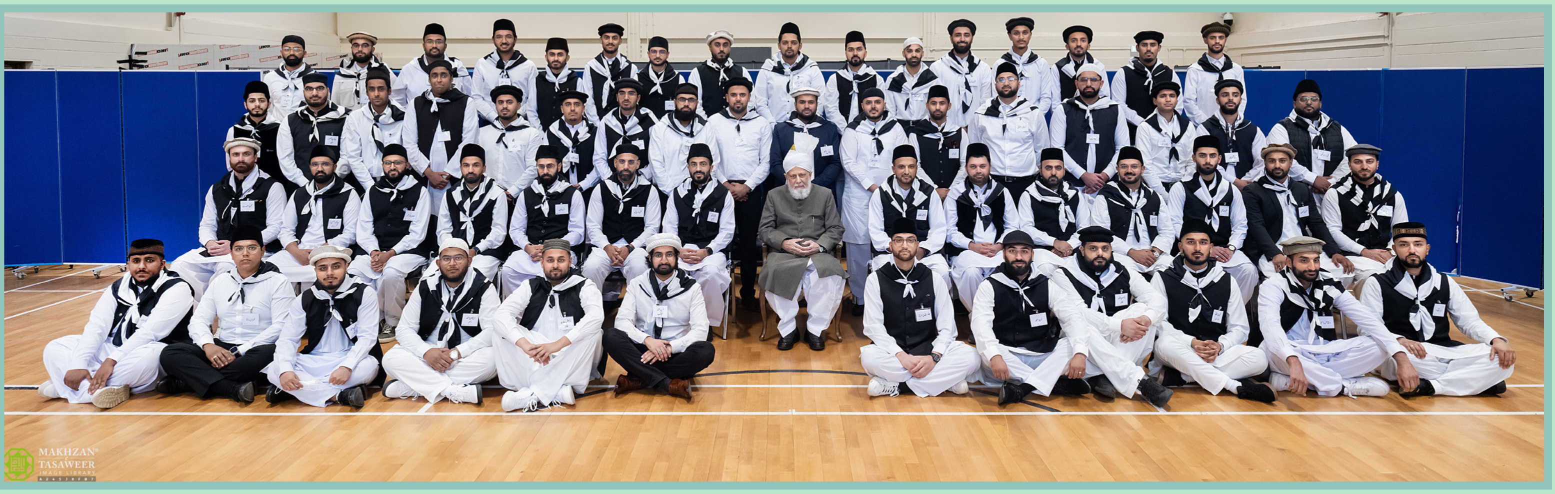

نیشنل سپورٹس ٹورنامنٹ مجلس انصار اللہ جرمنی (مؤرخہ 21 اپریل 2024ء، ماربرگ)

Monthly
Germany
AKHBAR-E-AHMADIYYA
VOL 25
ISSUE 06
JUNE 2024
ISSN : 2627-5090
Tel : +49 6950688722
Fax : +49 6950688722
Editor : Muhammad Ilyas Munir
PUBLISHER: SHOBA ISHAAT JAMAAT AHMADIYYA GERMANY PRINTER: RANA PRINT, HERKULESSTRASSE 45 50823 KÖLN
Email: akhbareahmadiyya@ahmadiyya.de